

دین نبیوں کا

محمد اقبال نجفی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دل نہیں مانتا

محمد اقبال نجفی



فروع ادب اکادمی

لاہور • گوجرانوالہ • اسلام آباد



خوبصورت، معیاری اور
دیدہ زیب کتابوں کا اہم مرکز



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب دل نہیں مانتا

مصنف محمد اقبال نجی

سال اشاعت جون 2001ء

تعداد 500

قیمت ~~500~~ روپے

ناشر عرفان احمد قریشی

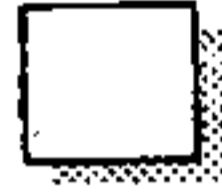
انفوویو بیسویں کیشنز: نزد اگلہ منڈی اسی ٹی روڈ گوجرانوالہ

کمپوزنگ سجاد کمپوزنگ سنٹر دین پلازہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ناشر فروغ ادب اکادمی

88- بی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ فون: 0431-251603

پاری بہن
نصیر بیگم کے نام



میں تیرے درد کی لے کو وصال کہتا ہوں
میں دل کے نور کو تیرا جمال کہتا ہوں
مری نظر کے چراغوں میں روشنی تیری
میں آئینہ ہوں ترکے خدو خال کہتا ہوں
یہ دل میں درد جو ہوتا ہے ذوق سے تیرا
میں اس کو پیار سے تیری دھمال کہتا ہوں

فہرست

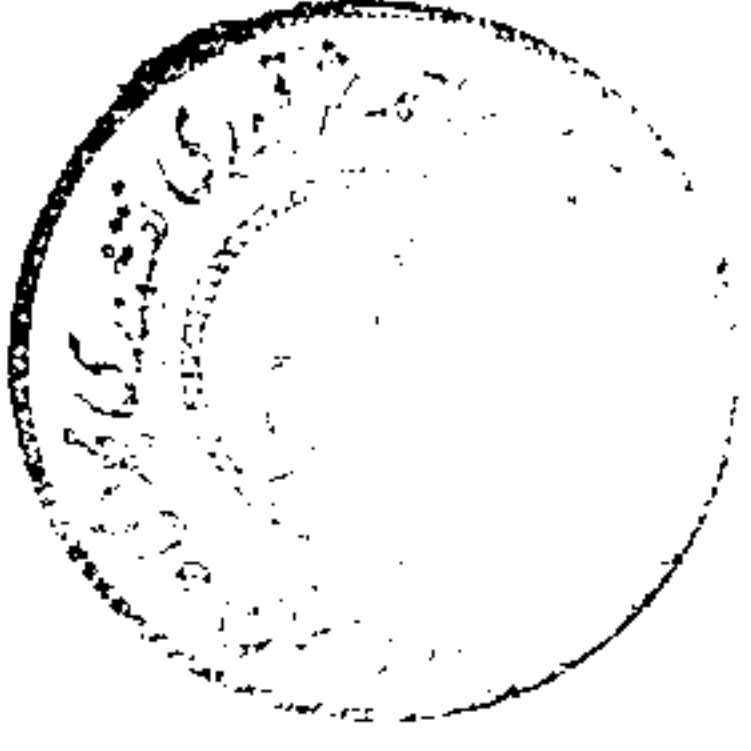
۹	-----	اک نئی ہم کتاب لکھتے ہیں	○
۱۱	-----	پیار کا ہم رواج کرتے ہیں	○
۱۳	-----	سمجھ رہا ہے یہ صحرا مری صداؤں کو	○
۱۵	-----	کسی طرح ہی سہی اب حقیقتیں تو کھلیں	○
۱۷	-----	ایک وہ ہے بہار کی صورت	○
۱۹	-----	تو کیا ہجرت ضروری ہو گئی ہے (نظم)	○
۲۰	-----	یاد (نظم)	○
۲۱	-----	حادثوں کے اندر ہی انقلاب ہوتے ہیں	○
۲۵	-----	مجھ سے لہجہ بدل کے بات کرے	○
۲۳	-----	دل نہیں مانتا (نظم)	○
۳۶	-----	وفا کی کشتی سمندر میں ڈال کر رکھنا	○
۳۷	-----	کس نے تھا ما ہے گرنے والوں کو	○
۳۹	-----	باتھ میرے مرا ہنر دیکھے	○
۴۱	-----	مجھے بہار ہا موسم (نظم)	○
۴۲	-----	دل (نظم)	○
۴۳	-----	تھوڑی تازہ ہوا ہی مل جائے	○
۴۵	-----	تری زلفیں جو یوں بکھری رہیں گی	○
۴۷	-----	پانیوں میں مچی عجب ہلچل	○
۴۹	-----	ذرا یہ دیکھ سہی کیسے وہ عذاب میں ہے	○
۵۱	-----	پیار کا ویپ جلانے میں نہ عجلت کرنا	○
۵۳	-----	مات ہونے تک (نظم)	○
۵۴	-----	فیصلہ (نظم)	○
۵۶	-----	اقبال کے حضور (نظم)	○
۵۷	-----	دل پہ جو بوجھ پڑے کیسے مسیحا جانے	○
۵۹	-----	تشنہ تشنہ بجھی بجھی یوں ہی	○
۶۱	-----	لفظ دل خون سے ہوتا جہاں تحریر نہیں	○

- ۶۳ _____ ○ حسن زنجیروہ کرے کیسے
- ۶۵ _____ ○ میں سوچتا ہوں کہ حرف سوال کیسا تھا
- ۶۷ _____ ○ امید کا سورج (نظم)
- ۶۹ _____ ○ بیتے لمحوں کا قرض (نظم)
- ۷۱ _____ ○ خوبصورت وفا کے گننے ہیں
- ۷۳ _____ ○ راستے بے نشاں ہوئے کیسے
- ۷۵ _____ ○ بند اس نے محبت کے در کر دیئے
- ۷۷ _____ ○ کھو گیا اس طرح وہ منظر میں
- ۷۹ _____ ○ ایک شب خون ایسا مارے اب
- ۸۱ _____ ○ رت محبت کی کیا سہانی ہے
- ۸۳ _____ ○ میرا خواب (نظم)
- ۸۴ _____ ○ حرف آخر (نظم)
- ۸۵ _____ ○ دل نہیں مانتا (نظم)
- ۸۷ _____ ○ اک ذرا بات کو وہ طول کیا
- ۸۹ _____ ○ یہ جو ملتی سکوں کی دولت ہے
- ۹۱ _____ ○ جلتے پیڑوں کے درمیاں میں نے
- ۹۳ _____ ○ ایک درخت کٹ گیا (نظم)
- ۹۴ _____ ○ ایک شخص (نظم)
- ۹۵ _____ ○ اک پیار کا شعلہ ہے کہ بھڑکا نہیں اب تک
- ۹۷ _____ ○ لوگ گرویدہ فریب و ریا
- ۹۹ _____ ○ اپنے اندر وہ ذرا جھانک کے دیکھے گا کبھی تو
- ۱۰۱ _____ ○ من کا امرت مانگ رہی ہے بنجر مٹی (نظم)
- ۱۰۳ _____ ○ کون میرے قریب سے گذرا
- ۱۰۵ _____ ○ آگہی کے یہ معجزے دیکھے
- ۱۰۷ _____ ○ کم سوادوں میں شفقتیں بانٹیں
- ۱۰۹ _____ ○ مجھ سے بڑھنے لگا مر اسایا
- ۱۱۱ _____ ○ یہ تو سوچا نہ تھا (نظم)

- ۱۱۳ ----- زندگی کا سفر (نظم) ○
- ۱۱۹ ----- کبھی ایسا بھی ہوتا ہے (نظم) ○
- ۱۲۱ ----- ہستی یہ بکھر جائے گی ہر آن لگے ہے ○
- ۱۲۳ ----- سارے منظر ساتھ اس کے ہو لئے ○
- ۱۲۵ ----- مرحلے زیست کے آسان بنائے میں نے ○
- ۱۲۷ ----- آرزو (نظم) ○
- ۱۲۹ ----- مسکراہٹ (نظم) ○
- ۱۳۱ ----- دیے سارے جلانا چاہتا ہوں ○
- ۱۳۳ ----- زندگی کو بسریوں کرتے ہیں ○
- ۱۳۵ ----- ایک رشتہ تھا بس بدن سے مرا ○
- ۱۳۷ ----- وہ ہوا محترم بنا کیسے ○
- ۱۳۹ ----- ہم لوگ (نظم) ○
- ۱۴۱ ----- جذب ہیں آنکھ میں سبھی منظر ○
- ۱۴۳ ----- ہم نے باندھے بھنور تھے پاؤں سے ○
- ۱۴۵ ----- دل کا کیا پوچھتے ہو اس سے مری خوب ٹھنی ○
- ۱۴۷ ----- مکالمہ (نظم) ○
- ۱۴۹ ----- لفظ کانٹوں کی طرح رہ میں بچانے والا ○
- ۱۵۱ ----- اس صبح زندگی کی تھکن کو اتار کر ○
- ۱۵۳ ----- ہم کہ تنہا تھے ہم سفر ہو کر ○
- ۱۵۵ ----- ہم تو پھرتے رہے سراہوں میں ○
- ۱۵۷ ----- بدلنے پر وہ قادر ہیں سدا سے اپنی تقدیریں ○
- ۱۵۹ ----- کتاب شوق جو پڑھتا نہیں ہے ○
- ۱۶۱ ----- نور مبین (نظم) ○
- ۱۶۳ ----- کس لئے (نظم) ○
- ۱۶۴ ----- آو بات کریں (نظم) ○
- ۱۶۵ ----- آج اس دل کی مریانی سے ○

- ۱۶۷ ----- ○ آج اس کی آنکھوں سے راز دل کھلا پایا
- ۱۶۹ ----- ○ سب نے یاں بنا خواہش سانس کا دیا پایا
- ۱۷۱ ----- ○ سامنے جب اس نظر کے کوئی منزل نہ رہی
- ۱۷۳ ----- ○ میں نثار تجھ پہ ہوتا جو کبھی بہار ہوتا
- ۱۷۵ ----- ○ ترے ملنے کا عرصہ مختصر معلوم ہوتا ہے
- ۱۷۷ ----- ○ امن عالم کے سفیروں سے (نظم)
- ۱۷۹ ----- ○ اک تمنا اور ہے (نظم)
- ۱۸۰ ----- ○ موڑ (نظم)
- ۱۸۱ ----- ○ ملے ہیں زخم یہ مجھ کو ترے سنگ ملامت سے
- ۱۸۳ ----- ○ جاگتا ہے ہمیں کہیں کوئی
- ۱۸۴ ----- ○ یہ بہار کیسی ہے (نظم)
- ۱۸۵ ----- ○ جنس و فاعام کرو (نظم)
- ۱۸۷ ----- ○ یہ کون ہے (نظم)
- ۱۸۸ ----- ○ بازیابی (نظم)
- ۱۸۹ ----- ○ خامشی (نظم)
- ۱۹۲ ----- ○ دعا (نظم)

•••••
•••••



اک نئی ہم کتاب لکھتے ہیں
اس صدی کے عذاب لکھتے ہیں

رات دن بھاگتے رہے کیسے
آج اس کا حساب لکھتے ہیں

ہم نشیں، پیار کے سفیروں نے
جتنے دیکھے تھے، خواب لکھتے ہیں

اڑ رہا ہے، غبار سا لیکن
حرف گم، احتساب لکھتے ہیں

جن سے گلشن مہک مہک اٹھا
ایسے چہرے، گلاب لکھتے ہیں

جن سے پھیلی ہیں نفرتیں ہر سو
وحشتوں کے وہ باب لکھتے ہیں

کس نے بوئے ہیں پیڑالفت کے
کس نے پایا، ثواب لکھتے ہیں

ان فضاؤں کی نوحہ خوانی کو
نظم کا انتساب لکھتے ہیں

حرف حق ہم کو لکھنا آتا ہے
اس لئے بے حجاب لکھتے ہیں





پیار کا ہم رواج کرتے رہے
علم کی احتیاج کرتے رہے

دل کی دنیا ہماری اپنی تھی
ذہن پر لوگ راج کرتے رہے

اہل زر اپنے اپنے حربوں سے
دور ہم سے اناج کرتے رہے

اہل حق کا سفر رہا جاری
پیش اپنا خراج کرتے رہے

روح سے غم جدا تو کرنے سکے
لوگ اس کا علاج کرتے رہے

سنگ باری اوھر سے ہوتی رہی
ہم بھی برہم مزاج کرتے رہے

ہاں تصادم نہ کر سکے نجھی
ہم مگر احتجاج کرتے رہے





سمجھ رہا ہے یہ صحرا مری صداؤں کو
اسی لئے تو بلائے یہاں گھٹاؤں کو

اگر وہ غور سے پڑھتے مری کہانی کو
پکارتے نہ کبھی ایسے ناخداؤں کو

میں قربتوں کے یہ موسم سنبھالنا چاہوں
میں خود سے دور کروں گا نہ تیری چھاؤں کو

حروف اپنے بھی ہوں معتبر زمانے میں
کچھ اس طرح سے ملے روشنی وفاؤں کو

دلوں میں اپنے جو سب کا لحاظ رکھیں گے
بدل سکیں گے۔ تبھی دیں کی فضاؤں کو

یہ دور جبر سزا ہے مری حماقت کی
کہ خود سے دور نہ رکھا کبھی بلاؤں کو

ہے ان لبوں کے مقدر میں تشنگی نجھی
جو خود سے دور ہی رکھیں سدا دعاؤں کو





کسی طرح ہی سہی اب حقیقتیں تو کھلیں
دلوں سے بغض تو نکلے یہ وحشتیں تو کھلیں

مجھے یقین ہے گرے گا وہ اپنے پاؤں پر
خمار زر تو مٹے کچھ عداوتیں تو کھلیں

ضمیر بیچ کے کتنے ہی لوگ زندہ ہیں
چھپے رہیں وہ مگر ان کی خصلتیں تو کھلیں

منافقوں کے تعلق کو عام کرنا ہے
ہوائے دہر پہ ان کی علامتیں تو کھلیں

مجھے نہیں ہے غرض کچھ دیئے بجھانے سے
میں چاہتا ہوں یہاں کی طبیعتیں تو کھلیں

ترے فراق کا موسم گذر گیا جاناں
ترے حبیب پہ اب تیری چاہتیں تو کھلیں

میں پھر کہوں گا ترے ان حروف کو سچا
نظر کے سامنے ان کی شہادتیں تو کھلیں

سوال شوق لئے ہم یہاں چلے آئے
اب اپنے سامنے نجمی وہ صورتیں تو کھلیں





ایک وہ ہے بہار کی صورت
ایک میں دل فگار کی صورت

ایک بارش نے داغ دھوئے ہیں
ایک بارش غبار کی صورت

ایک ہم بے نیاز ذات رہے
ایک وہ اشتہار کی صورت

ایک چھاؤں ہے بے یقینی کی
ایک چھاؤں قرار کی صورت

ایک موسم گلاب جیسا ہے
ایک موسم ہے دار کی صورت

ایک منظر فصیل ٹوٹی ہے
ایک منظر حصار کی صورت

ایک چہرہ فریب دیتا ہے
ایک چہرہ ہے یار کی صورت

ان کا آنا ہے نجمی محفل میں
موسم خوشگوار کی صورت



تو کیا ہجرت ضروری ہو گئی ہے

جہاں رہنا اجیرن ہو

جہاں پر سانس رکتا ہو

جہاں انصاف بکتا ہو

جہاں پر امن عنقا ہو

تحفظ کا جہاں احساس مٹ جائے

جہاں رسوا شرافت اور دیانت ہو

جہاں نجمی

محبت کی زباں ہی کاٹ دی جائے

جہاں ظالم کے ہاتھوں کو نہ کوئی روک پائے اور

ترستے ہوں جہاں پر لوگ روٹی کو

جہاں پر ایک طبقے میں ہی بٹ جائیں مراعاتیں

تعجب ہے کہ پھر بھی پوچھتے ہو یہ

تو کیا ہجرت ضروری ہو گئی ہے



یاو

اک چراغ رہنما
 اک تپیدہ رہ گزر
 اک محبت کی زباں
 کاسہ افکار میں
 دولت حسن بتاں

ایک مدھم سی ہے لو
 اک تبسم جاں فزا
 وصل کی خیرات ہے
 لمس کا احساس ہے
 یہ دل آشفته کا
 ایک ربط خاص ہے

پھول سا لہجہ ہے یہ
 عشق پر پہرہ ہے یہ
 اک سمندر تشنہ لب
 آرزو کا اک جہاں
 جستجو سے دور ہے
 نور سے معمور ہے





حادثوں کے اندر ہی انقلاب ہوتے ہیں
دل لہو جو کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں

آگہی کے آئینے جس گھڑی چمکتے ہیں
ایسے میں تو جگنو بھی آفتاب ہوتے ہیں

تشنگی مٹائیں گے کس طرح سے یہ تیری
خواہشوں کے دریا بھی تو سراب ہوتے ہیں

ان حسین آنکھوں میں کچھ چراغ جلتے ہیں
پیار سے میں دیکھوں جب وہ گلاب ہوتے ہیں

لفظ جن میں سچے ہوں معتبر جو کہلائیں
 ذہن و دل بدل دیں جو وہ نصاب ہوتے ہیں

دل گرفتہ بیٹھے ہو، جبر ہے یہ لا حاصل
 پیار کے مقدر میں دکھ کے باب ہوتے ہیں

خود نمائی اچھی ہے حد میں جو رہے نجی
 ورنہ اس کے شر بھی کچھ بے حساب ہوتے ہیں



111319



مجھ سے لوجہ بدل کے بات کرے
اس سے کہنا سنبھل کے بات کرے

میں سمندر ہوں ذات میں اپنی
مجھ سے دریا دہل کے بات کرے

اس کا لوجہ یہ چغلی کھاتا ہے
میرا حاسد ہے جل کے بات کرے

اس نے دیکھا نہیں چلن میرا
تیر جیسے نکل کے بات کرے

گیت جیسا ہے وہ حسین پیکر
ساتھ میرے مچل کے بات کرے

دور ہونگی یہ تلخیاں دل کی
گر کسی روز مل کے بات کرے

وہ ملا ہے تو ایسے لگتا ہے
خواب پیکر میں ڈھل کے بات کرے

لے کے جائے کہاں چراغوں کو
کون نجمی اجل سے بات کرے



دل نہیں مانتا

کیا یہی خواب تھا

جس کو دیکھا کیے، جس کو ترسے تھے ہم

جس کو ہم نے کیا، وان اپنا لہو

جس کی خاطر لٹائیں کئی عصمتیں

جس کی خاطر کٹائے تھے لاشے کئی

جس کے جگنو کو بھی ہم نے سورج کہا

ہجرتوں کے سے زخم جس کے لئے

کتنے آنسو کیے جذب اس خاک میں

اپنی محنت کا اس کو پسینہ دیا

پاس اپنے تھا جو بھی خزینہ دیا

کیا یہی خواب تھا

دل نہیں مانتا



اس کے بدلے میں ہم کو بھلا کیا ملا

یہ زمیں، آسماں، یہ فضا، بال و پر، حوصلہ

یہ بھی کافی سہی

ہے غنیمت ہمیں جو ملا

دیکھتا ہوں مگر یہ میں کیا
 ایک تفریق ہے بٹ گئے جس سے ہم
 ہو گئے بے وقار
 میں سہوں جبر سب
 میں تو کانٹے چنوں
 اور وہ پاس جس کے بھی طاقت کی تلوار ہے
 پھول کو توڑ لے، آنکھ کو پھوڑ دے
 ایک میں، سچ کی سولی پہ لٹکار ہوں ہر گھڑی
 ایک وہ، جھوٹ سے، کھوٹ سے، اپنا دامن بھرے
 اس سے پوچھے نہ کوئی وہ کرتا ہے کیا
 ایک میں، مانگتا جو رہے بھیک انصاف کی
 ایک وہ، جو خریدے عدالت کے ہر فرد کو
 ایک میں، جو ہتھیلی پہ جلتا دیا لے کے چلتا رہوں
 ایک وہ، جو بجھائے چراغوں کو دے کر ہوا
 جس کے منفی رویے سے لے کر جنم
 کتنے فرعون، نمرود پیدا ہوئے
 یہ جو تفریق ہے یہ مٹے گی کبھی؟
 مجھ، میرا جو حق ہے مٹے گا کبھی؟

کس طرح اور کیسے بتا؟
 راحتیں، رحمتیں، خوشبوئیں، روشنی
 ایک سی یاں بٹے گی کبھی
 مجھ کو یہ، سب نہ اب تک ملا ہے کبھی
 میرے بچوں کو کیا یہ ملے گا کبھی
 ہے ضمانت کوئی، سوچ ہے یہ مری
 منحرف میں نہیں خواب سے
 خواب اچھا ہی دیکھا تھا، ہم نے مگر
 اب جو حالت ہے اس کی، اسے دیکھ کر
 دل یہ کہتا ہے مجھ کو بتا
 کیا یہی خواب تھا
 دل نہیں مانتا



آگئی، آئینہ، صورتیں، وہ فضا
 کچھ دیئے، روشنی، ایک احساس تھا
 منجمد لفظ تھے۔۔۔ اور اک داستاں
 راستا سامنے، ساتھ تھیں منزلیں، اس لئے
 ہر گماں کو کہا، اک یقین

عزم تھا اک نیا

وصل کی چاندنی مل گئی

دوستی کے شجر اب لگائیں گے ہم

روپ کا اک نگر اب سجائیں گے ہم

رت جگوں کی کہانی نہ تحریر کی

سسکیاں، ہچکیاں یاں پہ جاری رہیں

ہم نے لیکن کہاں کوئی تنویر کی

کب یہ ہم سے ہوا

ہم دلوں کی کبھی! دستکین سن سکیں

ہم بہکتے رہے

خواب پریاں ہمیں آ کے ملتی رہیں

ہم بہلتے رہے، ہم کو اپنی بصارت پہ کیا ناز تھا

رہ بدلتے رہے، کارواں کس طرف چل پڑا

ہم نے سوچا کبھی

ہم نے دیکھا کبھی؟

معذرت

نت نئے تجربے ہو رہے تھے یہاں

کچھ غلط، اور کچھ ٹھیک تھے ان کو دیکھا کیے

دل کی آنکھوں کو ہم بند رکھے ہوئے
 کیا یہی خواب تھا
 دل نہیں مانتا



اور پھر ایک مشکل پڑی
 ہم اکائی کی صورت اکٹھے ہوئے
 ہاں فقط اک گھڑی، مختصر سی گھڑی
 میری آنکھیں سنبھالے ہیں منظر سبھی
 پھر ہمیں وقت ہی کب ملا
 چھیننے اور جھپٹنے میں یوں مصروف ہم ہوئے
 • اور باتوں کا ہم کو کہاں ہوش تھا
 ہاں اسی وقت سے کوئی وقفہ دیے
 اپنا دشمن رہا تاک میں
 وہ کہ عیار تھا، وہ کہ
 ہشیار تھا
 ہم تھے مدہوش سب
 وہ ہماری رگیں کاٹتا ہی رہا
 وہ تھا بزدل بہت اس لئے

اس نے شب خون مارے کئی

اور پھر

اک بڑا وار کرنے کو تیار بھی ہو گیا

اس نے سب کچھ کیا

ہم مگر خود سے الجھے رہے

اور پھر کٹ گیا ایک بازو مرا

زخم ایسا لگا جس نے مجھ سے مری

چھین لی زندگی، خوش دلی، روشنی،

اب میں زندہ تو تھا

یہ مگر زندگی بوجھ تھی

وہ ہزیمت اٹھانی پڑی تھی مجھے

ذکر سے جس کے میرا ہنہ خوں کھولتا

اور پھر

مجھ پہ پڑتی گئی گردیوں وقت کی

آخرش ہو گئے سرد جذبے مرے

بے حسی نے جمائے نشاں اس طرح

یاد ماضی بھلائی ہر اک فرد نے

ایک زنجیر کے میں بھی حلقوں میں چلتا رہا

عالم خواب میں وقت کٹتا گیا
 ہاں کبھی کوئی نعرہ بھی لگتا رہا
 کام تعمیر کارک چکا تھا یہاں
 بے حسی کے نشاں گہرے ہوتے گئے
 ہوس زر بڑھ گئی

اور اسی دھوپ نے سارے
 منظر کو گہنا دیا

میں بھی اک کارواں تھا مگر
 دیکھتے ہی مجھے

سب ہی کہتے تھے بس، یہ تو اک بھیڑ ہے

اہل فن --- بے نشاں

علم تھا --- بے ستوں

جرم کو دی گئی وہ ہوا

جو تھے تخریب کے دائرے وہ یہاں بڑھ گئے

جو تھی تعمیر کی صورتیں مٹ گئیں، ہم الجھتے گئے

جال دشمن نے پھینکے تھے ہم پر کئی

حرف دیوار پر --- صاف لکھا تھا جو

وہ بھی پڑھنے کو ہم

آگے بڑھنے کو ہم

اب نہ تیار تھے

ہاں فقط، ایک موہوم سی زندگی کی لپک ہم میں تھی

اس لئے ہم کو خطرہ جو تھا اپنے دشمن سے بھی

ہر گھڑی

بس اسی واسطے ایک تحریر تھی

ایک تقریر تھی، ایک تلوار تھی

ایک تیکھی نظر، ساتھ رہتی رہی

جو بلاتی رہی، جو جگاتی رہی

پاگلوں کی طرح

اس لئے کہ مسافر بھی سونہ جائیں کہیں

کارواں میں لٹیرے بہت تھے چھپے

لوٹتے جو رہے

لوٹ کی یہ روایت چلی جس گھڑی، اس میں شامل ہوئے

جو مخالف منافق، جو غدار تھے

بن گیا یہ بھی اک قافلہ

ساتھ چلتا رہا، کام کرتا رہا، شور اٹھتا رہا

قتل ہوتے رہے لوگ لٹتے رہے

زندگی کا سفر اس طرح طے ہوا

کیا یہی خواب تھا

دل نہیں مانتا



دل یہ مجھ سے کہے

سامنے ہیں ترے راستے اب کئی

ایک وہ راستا جو لٹیروں کا ہے

ایسے رستے کا تو کس طرح سے مسافر بنے گا بھلا

یہ تو رشتہ ہے وہ جس پہ چل کر سبھی آج رسوا ہوئے

اپنی پہچان ہی کھو چکے

کوئی عزت نہ ان کی کوئی آبرو

ایسے رستے کے جو بھی مسافر بنے وہ ہوئے بے نشان

پھر بھی سمجھے نہیں

علم سے دور ہیں، کتنے مجبور ہیں

جیسے معذور ہیں

دوسرا ہجرتوں کا سفر

اس میں شامل ہیں کتنے ہی درد و الم

تشنگی، آبلے، خامشی

ایک ویران سی زندگی، ایک نامہربان آسمان
 بے زمینی کا احساس بھی تو رہے
 سوچ لے تو نے کرنا ہے کیا
 ہاں مگر! تیسرا راستہ بھی تو ہے
 رنگ پھیکے ہیں جس کے سبھی، جو ہے بے چہرگی کا سفر
 جس میں شامل سدا
 حیرتیں، حسرتیں، یاس ہے
 رنگ سے، نور سے، سوچ سے، پاک ہے
 یہ بھی آباد ہے، سب سے بڑھ کر مگر
 اس طرح جیسے جنگل درندوں سے آباد ہو
 اس کو کرنا ہے اب علم سے بہرہ ور
 اور دینا ہے اب
 اس کو تہذیب کا پیر، ہن
 میں نے سوچا ہے یہ
 میں اسی راستے پر چلوں گا سدا
 مجھ کو آئی نظر اس میں امید کی اک کرن
 میں اسے ڈھونڈنے اب چلا دوستو
 میں چلا دیکھنے پھر نیا خواب اک

دل یہ لیکن کہے اب حماقت نہ کر
 میں یہ اس سے کہوں
 اب کے میں خواب کو دوں گا، جیون نیا
 خوشبوؤں سے بھرا
 دل نہیں مانتا
 دل نہیں مانتا





وفا کی کشتی سمندر میں ڈال کر رکھنا
جواب آئے نہ آئے سوال کر رکھنا

خوشی کی صبح منور کی ہے اگر خواہش
تو شام غم کے اندھیروں کو ٹال کر رکھنا

تم اپنی بات سلیقے سے اس طرح کہنا
صرف سے گوہر مقصد نکال کر رکھنا

جو تیر آئیں کہیں گاہ سے تمہاری طرف
مقابل ان کے عزائم کی ڈھال کر رکھنا

شب الم کی طوالت نہ ہوگی کم نجمی
تم اپنی آنکھ کے جگنو سنبھال کر رکھنا





کس نے تھاما ہے گرنے والوں کو
کس نے پوچھا ہے خستہ حالوں کو

سائے پھیلے ہیں کچھ نحوست کے
رُذک لیتے ہیں جو اجالوں کو

جم نہ جائیں یہ برف کی صورت
لب پہ لے آؤ اب سوالوں کو

دیکھ کوئی صدائیں دیتا ہے
گذرے لمحوں کو گذرے سالوں کو

ہم نے دل میں چھپا کے رکھا ہے
آج بھی آپ کے خیالوں کو

جو بھی پیتا غرض کی مے پایا
اس نے رسوا کیا ہے پیالوں کو

آج اترا رہے ہیں وہ لیکن
کل بچائیں گے کیسے کھالوں کو

باز آئیں گے اس طرح کیسے
باز رکھنا پڑے گا سالوں کو

ہم ہی لائیں گے سامنے نجھی
زندگی کے نئے حوالوں کو





ہاتھ میرے مرا ہنر دیکھے
 ذات کی بات کیا شمر دیکھے

دھول ہوں میں بھی کچھ ستاروں کی
 گر بصیرت بھری نظر دیکھے

وہ جو پڑھتا ہے تختیاں دل کی
 اس سے کہہ دو کبھی ادھر دیکھے

تبصرہ کچھ نہیں اڑانوں پر
 جو ملے میرے بال و پر دیکھے

یاد آئیں گی لغزشیں اس کو
وہ جو تعبیر کا اثر دیکھے

یہ کوئی معرکہ نہیں پیارے
خاک اڑتی ہے سر بسر دیکھے

میری آنکھوں میں ایک موسم ہے
دیکھ لے گا اسے اگر دیکھے

زندگی کچھ عزیز تھی ہم کو
ورنہ کتنے ہوئے شجر دیکھے

جو بیکار میں پھریں نجبی
اہل زر کی انہیں نظر دیکھے



مجھے بہار کا موسم

اجالوں کا سفر کرنے میں نکلا تھا
 دھوئیں نے ایسے رنجش کے
 مجھے گھیرا

کہ اپنے ہم سفر سے میں
 بہت ہی دور جا نکلا

میں لوٹ آیا ہوں رستے سے
 مگر اب وقت نے نجھی
 مری چاہت کا موسم ہی بدل ڈالا

وہی چہرہ

جو مثل گل مہکتا تھا

مثال زخم ہے اب تو



دل

دل مست قلندر ہے
 جب ضرب لگاؤں میں
 اک حشر اٹھاتا ہے
 اک پھول کھلاتا ہے
 بے رحم اناؤں سے
 کرتا ہے بھنور پیدا
 خاموش صداؤں سے
 انجان سے رستوں کا
 یہ ایک مسافر ہے
 دل ایک قلندر ہے
 یہ مست قلندر ہے





تھوڑی تازہ ہوا ہی مل جائے
کوئی حرف دعا ہی مل جائے

مجھ کو خورشید کی طلب کب ہے
روشنی کا دیا ہی مل جائے

جس نے رکھا ہے دھیان میں مجھ کو
کاش اس کا پتا ہی مل جائے

میری جانب بھی وہ نظر اٹھے
سرخوشی کی صدا ہی مل جائے

جو ہے نقش دوام کی صورت
مجھ کو وہ راستا ہی مل جائے

دل کی باتیں میں بر ملا کہہ دوں
گر کوئی آشنا ہی مل جائے

درد مندوں کو کچھ سکوں تو ملے
خوشبوؤں کی فضا ہی مل جائے

طے کریں گے یہ راستا کیسے
ایل دل ہم نوا ہی مل جائے

کوئی لہجہ گداز سا چاہوں
کوئی چہرہ کھلا ہی مل جائے





تری زلفیں جو یوں بکھری رہیں گی
تو بن کے داستاں پھیلی رہیں گی

بگولے چار سو رقصاں رہیں گے
تو پھر آبادیاں سہمی رہیں گی

اجالے سوچ کے پھیلے نہ ہم سے
تو راہیں فکر کی سونی رہیں گی

بلائیں جس میں آکر سب گریں گی
دعائیں جال وہ بنتی رہیں گی

اگر سچائی لکھنا سیکھ لو گے
 بہاریں پھر یہاں ٹھہری رہیں گی

چمن زار فضا مہکی ہے پھر سے
 یقیں کی بارشیں ہوتی رہیں گی

سرابوں میں سفر جاری رہے گا
 تو یہ پلکیں سدا بھگی رہیں گی

جبینیں شوق میں نجمی سدا اب
 یونہی سجدہ ادا کرتی رہیں گی





پانیوں میں مچی عجب ہل چل
ایک کشتی ہوئی تھی جب او جھل

جس کو ملتا ہے حسن کا جلوہ
وہ تو ہوتا ہے عشق میں پاگل

تیری خاطر ملی جو بے خوابی
میری پلکوں کو کر گئی بو جھل

میرا حسن طلب جو دیکھا تو
بھرنے آئے وہ پیار کی چھاگل

جس جگہ میں نے گھر بنایا ہے
 سہمے لوگوں کا وہ ہے اک جنگل

اک کہانی کہی ہے خوشبو نے
 اک فسانہ بنے گا اب کاجل

لوگ اسکو بھی کچھ تو کہتے ہیں
 جو کہ رہتا ہے پیاز سے غافل

وہ جو برسائے پیار کی بوندیں
 اس سے کہنا کبھی کرے جل تھل

خشک سالی مٹے گی اب نجمی
 میں نے دیکھے ہیں خواب میں بادل





ذرا یہ دیکھ سہی کیسے وہ عذاب میں ہے
سفر نصیب ہے لیکن کسی سراب میں ہے

وہ اپنے جھوٹ کو جتنا بھی عام کرتا ہے
میں دیکھتا ہوں کہ اتنا ہی اضطراب میں ہے

کرن کرن کا سفر ہے فقط اسی جانب
نجانے کیسی کشش یہ گل آفتاب میں ہے

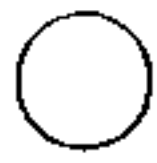
مجھے ملی ہے مری ہی رفاقتوں کی سزا
ہر ایک شخص سے الفت یہ کس نصاب میں ہے

پاس خاص جلائی ہیں مشعلیں دل کی
عجب طرح کی تمازت رخ گلاب میں ہے

جسے پڑھا ہے سدا میں نے اک عقیدت سے
وہ ایک حرف محبت، وفا کے باب میں ہے

کچھ اس طرح سے زمانے کی اب ہوا بدلی
ملا ہوں جس سے بھی نجی نثار خواب میں ہے





پیار کا ویپ جلانے میں نہ عجلت کرنا
اس کو ہمراز بنانے میں نہ عجلت کرنا

خواب سنا وہ محبت سے جو دیکھا اس نے
اس کو تعبیر بتانے میں نہ عجلت کرنا

آپ ہی آپ صداؤں کے بھنور ٹوٹیں گے
ان کے پیچھے کبھی جانے میں نہ عجلت کرنا

تبصرہ اس کی نوازش پہ فقط کافی ہے
حاشیہ کوئی چڑھانے میں نہ عجلت کرنا

دل میں دیوار اٹھی ہے یہ جو رنجش کے سبب
اس کو اب خود ہی گرانے میں نہ عجلت کرنا

جیت ہوتی ہے کہاں پر نظر کی جنبش سے
یہ ہنر اس کو سکھانے میں نہ عجلت کرنا

لوٹ آئے ہو اگر دل پہ کوئی بوجھ لیے
اپنے قدموں کو اٹھانے میں نہ عجلت کرنا

حسن اخلاص کے غلبے میں نہ آنا نجھی
زخم دل اس کو دکھانے میں نہ عجلت کرنا



مات ہونے تک

ہم نے سوچا ہے کبھی کیا ہے ہمارا جینا
 ایک تہمت کو اٹھائے پھرنا
 اپنی الجھن کو برہمائے جانا
 اندھے جذبوں کا سوالی ہونا
 غم کے شعلوں کو ہوائیں دینا
 اپنی آنکھوں میں سراہوں کو بسائے رکھنا
 اور پرچھائیں کا پیچھا کرنا
 اپنے لفظوں کے معانی سے بچھڑ کر چلنا
 خوش گمانی کے قفس میں رہنا
 راستے میں کوئی دیوار اٹھائے رکھنا
 اور گدلا کے فضاؤں کو یوں مٹی ہونا
 نامرادی پہ مقدر کا حوالہ دینا
 جیسے بادل کا سمندر پر برستے جانا
 ہم نے سوچا ہے کبھی کیا ہے ہمارا جینا



فیصلہ

فیصلہ ہو چکا

پھر بھلا

طے کریں منزلیں کس لئے؟
 راستے ہم چنیں کس لئے؟
 زندگی، بندگی کس لئے؟
 صبح کی رونقیں، شام کے دھندلے
 خواہشیں، حسرتیں، داستان، امتحان کس لئے؟
 ہے تغیر میں سارا جہاں کس لئے؟
 حسن جو خوب تھا کب رہا، حسن ٹھہرا نہیں اک جگہ
 بچپنا، کم سنی پھر جوانی گئی
 یہ بڑھاپا ملا کس لئے؟
 راستے ایک سے دوسرا، تیسرا، پانچواں، ساتواں
 بے نشان ہیں سبھی راستے
 کتنے موسم ملے ڈھل گئے
 اب جو موسم ہے وہ، آخری
 سانس محدود تھے، ختم ہوتے گئے
 زندگی کے سبھی رنگ مٹتے گئے، سائے بڑھتے گئے
 اس سفر کے سہارے سبھی عارضی
 یہ فنا کا سفر جو ملا ہے، ہمیں

اس کے منظرِ سبھی عارضی، رنگ کچے تھے سب
اس لئے مٹ گئے

یہ سفر رائیگاں

اس میں جو بھی ہے وہ ہے جدِ اصل سے
اصل کو چھوڑ کر، اصل سے تو جدا جب رہے گا تو پھر
رائیگاں ہی رہے گا ترا یہ سفر، یہ عمل،
اس لیے راستے یہ سبھی چھوڑ دے، خول کو توڑ دے
توگماں سے نکل اور چل

اس یقین کی طرف

وہ سفر، وہ بقا کا سفر، دائمی

اس سفر میں خسارے کا سودا نہیں

کوئی دھوکا نہیں

فیصلہ ہو چکا، تو بھی کر لے یقین

آج کر لے یقین

اے مرے ہم نشین

اے مرے ہم نشین



اقبال کے حضور

قدم قدم کو اجالا ترے خیالوں نے
 نظر نظر کو محبت کی روشنی دی ہے
 تری نوا ہی سی جاگا ہے کارواں اپنا
 بجھے چراغ کو تو نے ہی زندگی دی ہے

تری نگاہ رہی دور ان ستاروں سے
 ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے
 مے یقیں سے ہی لبریز تیرا جام رہا
 سرود شوق کو خوف و ہراس کیا جانے

چمن میں چشم زگس اب کئی صدیاں یوں روئے گی
 تو پھر جا کر کہیں ہو گا ترے جیسا گھر پیدا
 محبت کے ستارے یہ زمیں پر جو بکھیرے ہیں
 مرے غم خانہ میں ہو گی انہی سے اب سحر پیدا





دل پہ جو بوجھ پڑے کیسے مسیحا جانے
کس کو کہتے ہیں تپش دھوپ کا صحرا جانے

اک زمانے کو خبر ہے کہ میں ٹوٹ چکا ہوں
وہ ارادوں کو مرے آج بھی لوہا جانے

وہ مرے ساتھ بھلا کیسے سفر پر چلتا
جو نہ حالات کو سمجھے نہ تقاضا جانے

جس کو دیتی تھی سدا اپنی بصارت دھوکا
دل کی خوش فہمی اسے آج بھی بیٹا جانے

میں خیالوں پہ ترے کیسے لگاؤں پہرہ
تو کہ بادل کو بھی دیکھے تو اجالا جانے

دل سے بھولا نہ کبھی لاکھ بھلایا اس کو
وہ مجھے اب بھی دل و جان سے پیارا جانے

اس کو اپنا ہی سمجھتا ہے قبیلہ اس کا
وہ بھری بھیڑ میں خود کو جو اکیلا جانے

کوئی بتلائے مجھے خود کو وہ سمیٹے کیسے
اپنے اذہان پہ جو خوف کا پہرہ جانے

لوگ پتھر کے ملے مجھ کو سفر میں نجھی
کس طرح ان سے بچا ہوں کوئی کیا جانے





تشنہ تشنہ بجھی بجھی یوں ہی
بیت جائے گی زندگی یوں ہی

کوئی حرف دعا ملا نہ مجھے
میں نے چاہی تھی روشنی یوں ہی

کر گئی مضطرب کئی منظر
موج اٹھی تھی سر پھری یوں ہی

بتلا غم میں اس نے رکھا ہے
ایک تصویر دیکھ لی یوں ہی

میں بھلا کب او اس بیٹھا تھا
آگئی آنکھ میں نمی یوں ہی

ہم مسافر خزاں رتوں کے تھے
ساتھ اپنے تھی خستگی یوں ہی

ظلم کیسے تراش لیتا ہے
دیکھنے میں ہے آدمی یوں ہی

کوئی دعویٰ نہ ہے دلیل یہاں
چل رہی ہے یہ ہمسری یوں ہی

محفل فکر بھی جی لیکن
پھر بھی قائم تھی تیرگی یوں ہی

گھٹی جاتی ہے عمر یہ جیسے
بڑھتی جاتی ہے بے دی یوں ہی

ہم بھی کیسے اسیر ہیں نجھی
جو مناتے پھریں خوشی یوں ہی





لفظ دل خون سے ہوتا جہاں تحریر نہیں
جذبہ شوق بناتا وہاں تصویر نہیں

اس کو دعویٰ ہے کہ ملتا ہوں بڑے لوگوں سے
اپنے سائے سے کہیں وہ تو بغل گیر نہیں

اس قدر غور سے کیا دیکھ رہا ہے مجھ کو
یہ مرا ذوق ہنر ہے تری تصویر نہیں

زخم کو پھول بنایا ہے تری قربت میں
تو محبت ہے مرے پاؤں کی زنجیر نہیں

کیا یہ انصاف ہے جو تو نے کیا ہے ظالم
اس میں مضمحل ہے خرابی مری تعمیر نہیں

تو مرے عہدِ رفاقت کو بھلانا چاہے
شام ہونے سے تو مٹی کبھی تنویر نہیں

اب نہ کہنے میں سلیقہ ہے نہ سننے میں خلوص
اب کسی حرفِ تمنا میں بھی تاثیر نہیں

کیا ہوا تشنہ لبی گر ہے مقدر ٹھہرا
داغِ حسرت کو کیا عشق سے تعبیر نہیں

میں اسے صاحبِ دل کیسے کہوں تم ہی کہو
پاس رکھتا جو کوئی درد کی جاگیر نہیں

دکھ جو میرا ہے وہ میرا ہی رہے گا نجھی
میرے رونے پہ یہاں کوئی گلوگیر نہیں





حسن زنجیر وہ کرے کیسے
خواب تصویر وہ کرے کیسے

لفظ لکنت زدہ ملے اس کو
ان کو تحریر وہ کرے کیسے

جب اٹھے موسموں کے رنگ بھرے
اور تقریر وہ کرے کیسے

شب کی بیداریاں بڑھاتا ہے
دل میں تنویر وہ کرے کیسے

ایک دستک، کواڑ پر بوسہ
اس کی تفسیر وہ کرے کیسے

جرم تیرا سزا مجھے دی ہے
اور تفسیر وہ کرے کیسے

بے یقینی سے مانگتا ہے دعا
اس کی تعبیر، ~~مجھ~~ کرے کیسے

جرم اپنا اچھال کر خوش ہے
اور تشیر وہ کرے کیسے

کل جو رستہ تھا نجھی پاؤں کا
آج دل گیر وہ کرے کیسے





میں سوچتا ہوں کہ حرف سوال کیسا تھا
جو اسکے چہرے پہ آیا ملال کیسا تھا

وہ اپنے ساتھ بھی کوئی مکالمہ تو کرے
کہ اس کی سوچ تھی کیسی خیال کیسا تھا

سے ہیں ظلم سبھی کے ہے حوصلہ اس کا
مگر یہ دیکھ وہ پھر بھی نہال کیسا تھا

ترے عروج کے قہے ہیں سب کے ہونٹوں پر
ابھی نہ پوچھ یہ ہم سے زوال کیسا تھا

یہ کس طرح سے کریں ہیں ضمیر کا سودا
 لو کی آگ سے نکلا سوال کیا تھا

مجھے فراق کے لمحے شمار کرنے دے
 ابھی یہ کیسے کہوں میں وصل کیا تھا

گھرے تھے حلقہ شرمیں کچھ اس طرح سارے
 وہاں سے لوٹ کے آنا محال کیا تھا

کوئی کرن بھی نہ اتری اجالنے مجھ کو
 گذر چکا ہے جو نجمی وہ سال کیا تھا



امید کا سورج

اک پیار دریچہ کھلنے پر
 یہ گلشن جاں کچھ مرکا ہے
 امید کا سورج دیکھا ہے
 تعمیر کی صورت نکلی ہے

کچھ عکس نئے ان آنکھوں نے
 دھرتی پر پڑتے دیکھے ہیں
 اور اس کے مقابل کتنے ہی
 طوفان سے اٹھتے دیکھے ہیں

ان باغ بہاراں لمحوں میں
 اور پیار کی ان شہ گھڑیوں میں
 میں دست کشادہ رکھتا ہوں
 اور حرف دعا یوں لکھتا ہوں

یہ نور جو چمکا گلشن میں
اس نور کی کرنیں یوں پھوٹیں

اس دلیں کی پاک فضاؤں میں
ہر ایک پرند بے خوف اڑے
یہ پیہ ہے جو گردش میں
اب خوشحالی کی سمت مڑے

اس سوہنی سوہنی صورت سے
اس پیاری پیاری سیرت سے
سب گھور اندھیرے چھٹ جائیں
اب عدل کا ہر جا شور اٹھے
اور ظلم کا نام نشان مٹے

جو آنکھیں خواب سجاتی ہیں
ان خوابوں کو تعبیر ملے
جو حرف محبت پھوٹے ہیں
اب ان کو ہی تشبیر ملے



بیٹے لمحوں کا قرض

آزاد فضاؤں میں
 رہتے ہوئے ہم کو بھی
 اس پیار کی چھاؤں میں
 انچاس برس بیٹے
 منظر نہ بدل پائے
 رتے ہیں وہی اپنے
 اک کھیل ہمیں بھایا
 مشغول ہیں ہم سارے
 اک خواب سا طاری ہے
 یہ ذات ہماری ہے
 ہم خود ہی تماشا
 اور خود ہی تماشا ہیں
 دعویٰ ہے کہ توڑیں گے
 آکاش سے ہم تارے
 کچھ فکر ہے فردا کا
 نہ حال کا غم کوئی
 اک زعم بلندی کا
 ہے پاس فقط اپنے

کچھ باس ہے مٹی کی
 یادوں کا لاؤ ہے
 اے کاش سمجھ جائیں
 اے کاش سنبھل جائیں
 کردار کہانی کے
 محنت کو دیا کرویں
 دن اپنی جوانی کے
 کردار کہانی کے
 بیزار نظر آئیں
 اب نسل پرانی سے
 جب بات کریں ان سے
 ہنگامہ کھڑا کرویں
 آزاد فضاؤں میں
 رہتے ہوئے ہم کو بھی
 اس پیار کی چھاؤں میں
 انچاس برس بیتے





خوبصورت وفا کے گننے ہیں
غم اٹھائے ہیں جس نے پنہے ہیں

ہم کو ملتے ہیں خوش نما وعدے
ہم غریبوں کے یہ ہی لہنے ہیں

زخم دے گا اگر کوئی مجھ کو
درد زخموں کے اس نے سہنے ہیں

کھیلنے کا ہمیں قرینہ تھا
دشمنوں کے بھی یہ ہی کہنے ہیں

سارے موسم اسیر ہیں جس کے
ایسے برگد کے ہم تو ٹھننے ہیں

خالی ہوتا نہیں سبو جس کا
پیار چشمے وہیں سے بنے ہیں

روشنی کو خرید کر اس نے
شہرتوں کے لباس پہنے ہیں

تم کہیں جاؤ سبو مگر نجھی
یہ خسارے تو ساتھ رہنے ہیں





راتے بے نشاں ہوئے کیسے
تجھ سے وہ بدگماں ہوئے کیسے

حادثہ جب نہیں کوئی گذرا
لوگ پھر نیم جاں ہوئے کیسے

جو تھے مٹی غریب خانے کی
وہ مرے آسماں ہوئے کیسے

شوق کی منزلیں تھیں دور ابھی
دل میں فتنے جواں ہوئے کیسے

میں نے یوں ہی ذرا ہوا دی تھی
چند تنکے دھواں ہوئے کیسے

طور دیکھا مرا فقیرانہ
اور وہ مہرباں ہوئے کیسے

کوئی چٹا رہا ہے دیواریں
دل اسیر زباں ہوئے کیسے

دل جہ قابو میں تو نے رکھا تھا
پھر یہ آنسو رواں ہوئے کیسے

جن سے نجی نہ تھی شناسائی
وہ مرے ترجمان ہوئے کیسے





بند اس نے محبت کے در کر دیئے
دور امید کے سب شجر کر دیئے

کل کسی بھی جو گنتی میں آتے نہ تھے
آج دولت نے وہ معتبر کر دیئے

وہ نظر کا بدلتے گئے زاویہ
فیصلے دل کے سب بے اثر کر دیئے

اس کو ڈر تھا اجالا نہ پھیلے کہیں
قید سارے ہی اہل نظر کر دیئے

اک حویلی کی رونق تھی پیاری اسے
لوگ بستی کے سب بے ہنر کر دیئے

گوشوارہ مرتب جو ہونے لگا
میرے کالم سبھی مختصر کر دیئے

میرا جذبہ جنوں اور ارادے اٹل
اک نظر نے سبھی منتشر کر دیئے

نارسائی نے وہ زہر گھولے یہاں
پیڑ جتنے تھے سب بے ثمر کر دیئے





کھو گیا اس طرح وہ منظر میں
جیسے رہتا رہا ہو اس گھر میں

یاد کاغذ کی ایک کشتی تھی
چھوڑ دی وقت کے سمندر میں

جستجو میں رہوں جو سرگرداں
کیا ملایا ہے میرے جوہر میں

یہ عقیدت کے پھول ہیں جتنے
ہم بہائیں گے پیار ساگر میں

ظلم آدم کا آدمیت پر
یہ تو لکھا نہیں مقدر میں

میں نے چوما تھا اس کے ہاتھوں کو
پھول گرنے لگے برابر میں

عشق کرتا ہے نجی لفظوں سے
ڈال دیتا ہے جان پیکر میں





ایک شب خون ایسا مارے اب
کوئی آئے یہ سر اتارے اب

منتظر ہیں یہ پھول خوشبو کے
پاس ہیں کانڈی سہارے اب

جو مسیحا کرتے آتا ہے
میرے زخموں کو وہ نکھارتے اب

سوچتا ہوں کہ لوگ کرتے ہیں
کس طرح سے بھلا کڈارے اب

اجنبی بن کے کل جو ملتے تھے
کس لئے ہو گئے وہ پیارے اب

ایک بے جان ایک زخمی ہے
کون سمجھے گا یہ اشارے اب

روگ اتنے لگے ہیں جانوں کو
بن گئے لوگ تو غبارے اب

آپ کی زلف میں بتاؤ تو
ٹانکتا ہے کوئی ستارے اب

سوچنا ذہن کو کھلا رکھ کر
کون کس کے لئے ہے ہارے اب





رت محبت کی کیا سہانی ہے
اس میں جانے کی تو نے ٹھانی ہے

ایک حیرت سرا میں بیٹھا ہوں
زندگی کی یہی کہانی ہے

مجھ کو محراب جاں میں اپنی ہی
ایک تصویر اب سجانی ہے

کس لئے اس قدر ہے بے چینی
ایک تصویر ہی جلانی ہے

وہ مری آرزو کا محور ہے
اس سے لیکن نظر ہٹانی ہے

ایک نوجو ملا ہے پڑھنے کو
جس میں سب کی ہی ترجمانی ہے

پیار تیرا اگر ملا مجھ کو
ایک اعزاز ہے نشانی ہے

دل کے شیشے میں بال آیا ہے
میرے بارے میں بدگمانی ہے

آگ دکھی ہے نجھی سینے میں
آنسوؤں میں عجب روانی ہے

★ ★

میرا خواب

ان آنکھوں پر
 پٹی ایک بندھی تھی، جس کو کھول رہا ہوں
 اپنا ہدف پہچان چکا ہوں
 سورج بن کر بستی بستی نور شعاعیں بانٹ رہا ہوں
 میں کہتا ہوں، اے بستی کے لوگو
 خون کے رشتے اور حوالے
 جن کو ہم سب بھول چکے ہیں
 ازبر یاد کرو

پیار صحیفہ پڑھنے والو
 ایک ہو جاؤ
 اپنے لشکر ہی سے لڑنا، ایک حماقت
 بے مایہ کمزوروں کے ساتھی اور غم خوار بنو
 بے عملی سے دور رہو، باکردار بنو
 خوف کے سایے، ظلم کے پتھر، مایوسی کے جال
 یہ دیواریں

عزم جواں سے جب توڑو گے
 ایک درختاں مستقبل پھر
 کرے گا اپنا، استقبال



حرف آخر

جس نے ظلمت کافسوں توڑا، وہی
 جس نے ٹوٹے دل کو جوڑا، ہاں وہی
 جس کے آنے سے درتچے پیار کے کھلتے گئے
 جس کے آنے سے دہلی آواز کو بھی راستے ملتے گئے
 جو شعور ذات سب کو دے رہا ہے
 آگہی کا نور ہم میں بانٹتا ہے
 ہر زمانے کی ضرورت تاقیامت
 زندگی کو جو حرارت بخشتا ہے
 جو اجالے میری شاموں میں بھرے
 میری صبحوں میں جو بانٹے تاشیں
 جو خدا کا نور ہے
 جو چراغ رہنما ہے بالیقین
 جو رسولِ آخریں کے نطق سے ہو کر ادا
 بن گیا ہے حرفِ آخر، برملا



دل نہیں مانتا

آنکھ میں اک ستارہ چمکتا تھا وہ بچھ گیا

دل نہیں مانتا

یہ دھواں جو اٹھا ان چراغوں کا ہے
جو لوہے سے جلائے تھے میں نے کبھی

دل نہیں مانتا

سرد مہری کی دھند اتنی بڑھ جائے گی
وہ کہے گا سینے کو پانی تو ہے

دل نہیں مانتا

مرحلہ خود شناسی کا آتے ہی رستہ بدل جائے گا

دل نہیں مانتا

گھر میں جاتے ہوئے خوف کھاؤں گا میں

زخم دے گا یہ موسم مجھے اس طرح

دل نہیں مانتا

دل نہیں مانتا

وہ مری آرزو چھوڑ دے

چاندنی سے میں رو بٹھا رہوں اس طرح

دل نہیں مانتا

میں حقیقت سے آنکھیں چرا کر جیوں

دل نہیں مانتا

ایک دم میری دنیا بدل جائے گی

دل نہیں مانتا

دل مجھے یہ کہے دیکھ سارے تو منظر مری آنکھ سے

دل کا کہنا میں مانوں بھلا کس طرح

اس لئے آج کل میرے دل سے مراسم بھی اچھے نہیں





اک ذرا بات کو وہ طول کیا
کیا ملا خود کو اس نے دھول کیا

ہم نے کھیلی ہے عشق کی بازی
دل کا کاٹنا تھا جس کو پھول کیا

اپنے زخموں کی جب نمائش کی
خود کو پہلے سے کچھ ملول کیا

میں نے مشروط کب محبت کی
جو بھی آیا اسے قبول کیا

معترض تھا میں جن رویوں پر
ان کے بدلے نہ کچھ وصول کیا

دل کیا اس نے فرش راہ جہی
ہم نے کوئے وفا نزول کیا

سچ کے بدلے میں ہر ملامت کو
تیر جانا مگر حصول کیا

ایک چہرہ وہ پر تکلف سا
اس کو اپنا کہا فضول کیا

★ ★



یہ جو ملتی سکوں کی دولت ہے
سچ جو کہیے، تو یہ ہی جنت ہے

بھولتا جا رہا ہے وہ چہرہ
اور کیا ہے یہی قیامت ہے

لٹ گئے قافلے یہاں دل کے
لوگ کہتے ہیں یہ محبت ہے

عمیب اپنے ہنر بنا لائیں
اب تو لوگوں کی یہ ہی عادت ہے

عالم خواب تھا سفر میرا
کون جانے کیا حقیقت ہے

اک صدا کو سنبھال کر رکھوں
جیسے یہ بھی کوئی امانت ہے

پھول کھلنے لگے خزاں میں بھی
موسموں کی عجب، طبیعت ہے

حکم حاکم پہ قتل ہوتے ہیں
لوگ کہتے ہیں یہ شہادت ہے

وہ مجھے دور خود سے رکھتا ہے
یہ بھی نجمی عجیب چاہنت سے





جلتے پیڑوں کے درمیاں میں نے
گرتے دیکھا ہے آشیاں میں نے

فکر تیری ہے آسماں جیسے
اس میں ڈھونڈی ہے کہکشاں میں نے

چاہتیں وار دی ہیں نفرت پر
یوں دیا دل کا امتحاں میں نے

صدا باہر کی میں نہیں سنتا
چن لیا گوشہ اماں میں نے

اس کا ملنا عجیب ملنا تھا
کھلتے دیکھی ہے داستاں میں نے

رسم چارہ گری بھی ختم ہوئی
کہتے دیکھتے ہیں مہرباں میں لے

ہار دشمن کی بے مزہ نکلی
ایسا دیکھا تھا کب سماں میں نے

جو بھی آتا ہے مجھ سے کہتا ہے
دیکھ تھاما ہے آسماں میں نے

بے صدا دشت ساتھ ہے نجھی
جس کو کرنا ہے گلستاں میں نے



اک درخت کٹ گیا

وہ گھنیری چھاؤں مجھ کو یاد ہے
 مہرباں تھی، دکشا تھی، خوشنما تھی کس قدر
 ہر نظر کا نور تھی
 وہ محبت تھی مری
 اس کے نیچے کھیلتا تھا
 دوپہر میں سہ پہر کو
 پھر نجانے کیا ہوا
 لوگ دشمن ہو گئے
 وہ گھنیری چھاؤں مجھ سے
 چھن گئی

بے رواجب سے ہوئی ہے وہ زمیں
 آبلے اگنے لگے

اب محبت کی حنا بھی
 اس جگہ کھلتی نہیں
 پیار کی ویسی فضا
 اب مجھے ملتی نہیں



ایک شخص

دو سروں سے جدا
 بانٹتا جو رہا
 سب میں الفت سدا
 پھر بھی اس سے خفا
 دیدہ و رسب رہے
 کس لئے وہ بھلا
 ان کی دی آنکھ سے دیکھتا
 ان کے بخشے ہوئے ذہن سے سوچتا
 دشمنوں، دوستوں سب میں وہ عود بن کر جلا
 ایک دریا مگر کتنے طوفان وہ ساتھ لے کر چلا
 ایک مہتاب وہ
 زندگی کی ادا، وہ صبا
 ظلم کس نے کئے، خوں بہا
 وہ کرے گا ادا
 اے خدا، یہ سزا، کس لئے کس لئے
 لب پہ حرف دعا
 میں سجائے کھڑا
 اے خدا، اے خدا





اک پیار کا شعلہ ہے کہ بھڑکا نہیں اب تک
 اک درد کا رشتہ ہے جو ٹوٹا نہیں اب تک

کچھ خواب ہیں، آنکھوں میں بسائے ہوئے کب سے
 اور ان کی حقیقت کو میں جانا نہیں اب تک

یہ کون ہے جس نے مری آنکھوں میں ہے جھانکا
 میں اس کے نشانے کو ہی سمجھا نہیں اب تک

آزاد سدا رکھا ہے دل کا یہ پرندہ
 پر اس کا کبھی میں نے تو باندھا نہیں اب تک

ایسے بھی گناہوں سے ہے آلودہ یہ دامن
کرنے کو جنہیں میں نے تو سوچا نہیں اب تک

اس درجہ اداسی کی وجہ مجھ کو بتا دے
کیا پھول کسی شاخ سے ٹوٹا نہیں اب تک

سامان اٹھا رکھا ہے اس کوچ گھڑی میں
نادان ترے جیسا بھی، دیکھا نہیں اب تک

برسوں سے مری مشق سخن جاری ہے نجھی
جو حرف کہ چاہا تھا وہ لکھا نہیں اب تک





لوگ گرویدہ فریب و ریا
بجھنے والوں سے مانگتے ہیں ضیا

راہ جس کی نہیں کوئی منزل
چلتے جاتے ہیں یہ اسی پہ سدا

رنگ دیتی رہی نئے آکر
دل کے داغوں کو بارشوں کی ہوا

کوئی آشوب بڑھنے والا ہے
جو ملا ہے وہ ڈرا ڈرا ہی لگا

جو کہ بیگانہ خلوص رہے
ہو گئے ہیں وہ ظلمتوں سے فنا

سب تھے اپنی ہی خواہشوں کے اسیر
کوئی بندۂ بے ریا نہ ملا

آؤ اپنا ہی مرثیہ لکھیں
ایک مضمون ہے سبھی سے جدا

سازشیں ہر طرف تباہی کی
جو غلط تھا اسے درست کہا

ہم نے کائنات ہے رت جگا نجمی
ہم رہے خوگر شکیب و رضا





اپنے اندر وہ ذرا جھانک کے دیکھے گا کبھی تو
دل جو محسوس کرے گا وہی سوچے گا کبھی تو

وہ کہ خوش فہم سراپوں کا مسافر ہے ابھی تو
غم کو شانوں پہ اٹھائے ہوئے لوٹے گا کبھی تو

ایک دیوار تفاوت کی اٹھی دیکھ رہا ہوں
در بنانے کے لیے اس میں وہ سوچے گا کبھی تو

میں نے مایوس تو ہونا کبھی سیکھا ہی نہیں ہے
ایک خورشید جو ڈوبا ہے وہ ابھرے گا کبھی تو

یہ جو تفریق کی لہریں ہیں یہ دم توڑ ہی دیں گی
یہ جو طوفان حوادث ہے، یہ بیٹھے گا کبھی تو

وقت کی چاپ بتائے گی اسے، کیسے ہے چلنا
گردش وقت کے ہاتھوں سے وہ گزرے گا کبھی تو

اک دریچہ ہے جہاں میری نظر جم سی گئی ہے
اس درتچے سے دھنک بنے کے وہ ابھرے گا کبھی تو

ایک لمحے نے کیا جس کو جدا دل سے ہے نجی
بن کے میرا وہ مرے پاس ہی ٹھہرے گا کبھی تو



من کا امرت مانگ رہی ہے بنجر مٹی

ابھی سب خواب تشنہ ہیں جو دیکھے تھے
 ابھی تک یہ دل وحشی
 جوم غم سے ڈرتا ہے
 ابھی ہجرت کے زخموں سے ٹپکتا ہے لہو میرا
 ابھی ہم بے خبر ہیں ان صداؤں سے
 کثافت ڈال جائیں جو عنایت کی پناہوں میں
 ابھی منزل کی جانب ہم چلے ہیں دو قدم شاید

مگر ایسی سبھی باتیں ہم اکثر بھول جاتے ہیں
 نئے ہم خواب بنتے ہیں
 دل خوش فہم کو اپنے نئے موسم
 نئے رنگوں، نئے خوابوں، خرابوں سے
 رجھاتے ہیں

تمناؤں کے سورج بھی فروزاں ہم کریں۔ لیکن
 محبت کے ستاروں سے یہ دامن ہم بھریں۔ لیکن
 خوشی کے پھول چنتے ہیں، چنیں۔ لیکن
 ضرورت ہے کہ دھرتی کو نئی پوشاک بخشیں ہم
 اسے ہم پاک رکھیں اس غلاظت سے
 (جو پھیلائی ہے ذہنوں نے یا جسموں نے)
 فضائیں صاف کر دیں ہم، ہوائیں صاف کر دیں ہم
 اسے سرسبز کر کے ہم اسے خوش بخت کر دیں ہم
 یہاں شادابیاں بوئیں، یہاں خوشحالیاں کاٹیں
 ضرورت ہے ادھورے پن کے ہم سارے دکھوں کو اب
 مٹا ڈالیں

جنہیں ہم چاند کہتے ہیں انہیں سورج بنا ڈالیں





کون میرے قریب سے گذرا
ایک آنچل اڑا گلاب کھلا

سب چراغوں میں روشنی تیری
آئینے میں ترا ہی عکس ملا

ارتقا کا سفر رہا جاری
جس کو دیکھا وہ خوب تر ٹھہرا

جتنے خاکے ہیں آج تشنہ سے
ان میں موسم نہ کوئی بھی اترا

عمر بھر ہم خراج دیتے رہے
کیا ملا یہ کبھی نہیں سوچا

خواب دیکھے نظر نظر جس کے
آج وہ بھی اداس تھا کتنا

دشت غربت میں کی بسر لیکن
ہم نے چاہا نہ، غیر کا سایا

تھی حریفوں کی انجمن نجھی
روشنی کو مرا چراغ بلا





آگہی کے یہ معجزے دیکھے
سارے منظر ہی جاگتے دیکھے

لوگ دیوار کا لکھا پڑھ کر
میں نے غصے میں ناچتے دیکھے

اسی کے آگے یہ جان ہار آیا
آپ نے دل کے حوصلے دیکھے

اپنا بچن بہت ہی یاد آیا
پھول جب میں نے کچھ کھلے دیکھے

گر اسے بھی نمو کی خواہش ہے
جبر موسم کے معرکے دیکھے

میرے دل نے اسے دعا دی تھی
خواب آنکھوں میں جب سجے دیکھے

کوئی شکوہ نہ لب پہ لاتے تھے
لوگ ایسے بھی کچھ بھلے دیکھے

رات تاروں بھری اتر آئی
میں نے آنگن میں آئینے دیکھے

ایک پردہ اٹھا دیا نجیبی
اور منظر نئے نئے دیکھے





کم سوادوں میں شفقتیں بانٹیں
اپنے حصے کی راحتیں بانٹیں

میری باتیں ہیں صورت خوشبو
میں نے سچ کی شہادتیں بانٹیں

اچھے شعروں کی کھیتیاں بو کر
تازہ کاری کی دولتیں بانٹیں

لفظ پھولوں سے میں سجا لایا
ان فضاؤں میں نکلتیں بانٹیں

صاف رکھا ہے آئینہ دل کا
اور کڑوی حقیقتیں بانٹیں

فیض خدمت کا یوں رہا جاری
طبع جاہد کو حدتیں بانٹیں

پیار اتنا کیا ہے مٹی سے
اس کی خاطر ہی چاہتیں بانٹیں

چاند خوشیوں کے جا بجا چمکے
جب بھی ذہنوں کو وسعتیں بانٹیں

نعت کہتے ہوئے سدا نجی
پیارے آقا کی عادتیں بانٹیں





مجھ سے بڑھنے لگا مرا سایا
وقت آخر زوال کا آیا

بے ہنر دوڑ میں رہا آگے
میں فقط خود کو ہی بچا پایا

میں نے تحریر ایک لکھی تھی
وہ ہے تصویر مانگنے آیا

اس کی توقیر کس طرح ہوگی
جس کی ہمتی یہاں فقط مایا

ایک محشر ہے دل کی تنہائی
ایک وعدہ ہے میرا ہمسایا

اس کے جلوے کا انتظار کروں
کون خوشبو کو باندھ کر لایا

بجھ گیا وہ چراغ کی صورت
جب ہوا نے گرم تھا فرمایا

کام آیا نہ کچھ ہنر اس کے
دل گرفتہ وہ لوٹ کر آیا

اس کے جاتے ہی یوں لگا نجھی
جیسے بچھڑا ہو میرا ماں جلایا



یہ تو سوچا نہ تھا

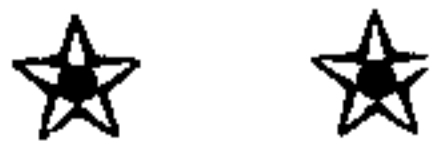
ٹوٹ جائے گا یوں ذات کا آئینہ
 کر چیل یہ مقدر بنیں گی مرا
 زخم دے گا مجھے پھول چہرہ وہی
 جس کو اپنا کہا
 آشنائی کا غم بھی رلائے گا یوں
 چاند چھپ جائے گا
 یہ تو سوچا نہ تھا

یہ تو سوچا نہ تھا

ٹوٹ جائے گا یوں ذات کا آئینہ
 ناگواری کی رت اتنی بڑھ جائے گی
 اس کی آنکھوں سے چھلکے گا یوں زہر بھی
 اک کہانی بنے گا دل بتلا
 ویپ یوں بھی جلیں گے ہمارے لئے
 اس طرح سے بڑھیں گی یہاں رونقیں
 بے حسی کے مناظریوں جم جائیں گے
 یہ تو سوچا نہ تھا

یہ تو سوچا نہ تھا
 ٹوٹ جائے گا یوں ذات کا آئینہ
 دل پہ جو ہے لگا روح تک زخم یہ جائے گا
 اک تیرزا منظر ہے اب سامنے
 نوچتا ہے کوئی خود کو شام و سحر
 یہ تو سوچا نہ تھا

یہ تو سوچا نہ تھا
 ٹوٹ جائے گا یوں ذات کا آئینہ
 اے مسافر تو زاد سفر ساتھ لے
 تجھ کو کرنا ہے جو وہ ہے لبِ سفر
 اس لئے سوچ کر ہر قدم تو اٹھا
 اے مرے ہم نوا
 قرض سارے چکانے ہیں تو نے ابھی
 سوچ لے پھر نہ کہنا مجھے
 یہ تو سوچا نہ تھا
 یہ تو سوچا نہ تھا



زندگی کا سفر

زندگی کا سفر

آج بھی جاری ہے جو جاری رہے گا تا ابد
زندگی کے روز و شب ہیں اس سفر کی ابتدا اور انتہا
یہ سفر ہے کچھ سوالوں کا سفر

جس میں چہرے بولتے ہیں آئینہ خاموش ہے
یہ سفر یاد کے 'جگنو لئے'

پیار کے کتنے دیئے روشن کئے

یہ سفر ہے کچھ خیالوں کا سفر

اس سفر میں کچھ الاؤ بھی ہیں روشن

جس میں لمحے جل رہے ہیں

اس سفر میں سائے کتنے ڈھل رہے ہیں

یہ سفر اک دائرہ ہے

یہ سفر اس کے لئے ہے جس کے زندہ راستے ہیں

یہ سفر اس کے لئے ہے جوڑے جس نے رابطے ہیں

یہ سفر اس کے لئے جو مرکزی کردار ہے

یہ سفر اس کے لئے جو رہنما ہے اور جو سردار ہے

یہ سفر اس کے لئے کہ مدحتیں سب جس کے لئے ہیں
یہ سفر اس کے لئے کہ نعمتیں جو بانٹتا ہے
یہ سفر اس کے لئے ہے جس کی خاطر یہ بھی ہے کائنات
یہ سفر اس کے لئے ہے، معتبر ہے جس کی بات

اس سفر پر جو بھی نکلے معتبر ہیں
جستجو سے، گفتگو سے، آرزو سے اور لہو سے
وہ سجا میں اس سفر کو
وہ شجر ہیں وہ ثمر ہیں وہ چرلغ رہ گزر ہیں
پھول دیں گے پھل بھی دیں گے
روشنی اور سایہ دیں گے دوسروں کو
دیکھ لیکن مختصر سے اس سفر میں سازشیں ہیں
حادثے ہیں، دشمنی ہے، تند شعلے آگ کے ہیں
بے زبانی، ہجرتیں ہیں، فاقہ، مستی، بے سرو سامانیاں ہیں
اس سفر میں پھول کانٹے ساتھ ہیں
اس سفر میں خیر و شر کے سلسلے ہیں
غم خوشی کے ذائقے ہیں، اس سفر میں
روشنی اور تیرگی کے مرحلے ہیں، اس سفر میں

یہ سفر بھی کس قدر ہے خوش گوار اور پر نشاط

اس کا پہلا مرحلہ ہے۔ بچپن کا

یہ سفر اک خواب کی صورت سہانا یہ سفر

کھانا پینا اور رہنا، شغل اس میں گھومنا، پیار لینا، پیار دینا

یہ سفر معصومیت کا اک سفر

اس سفر میں لوریوں سے، تتلیوں سے اور کھلونوں سے ہے اپنی دوستی

اس سفر کے سارے موسم خوب ہیں

پر لگا کر اڑتا جائے یہ سفر

دوسرا جو مرحلہ ہے لڑکپن کا

یہ سفر ہے رابطوں کا، راحتوں کا، کلفتوں کا اک سفر

اس سفر میں نت نئے ہیں مرحلے اور نت نئے ہیں مشغلے

آگہی کا، روشنی کا، یہ سفر ہے ایک حرف معتبر ہے سربس

ذائقے ہیں کچھ انا کے، فیصلے ہیں کچھ سزا کے

کچھ نئے ہیں تجربے

کچھ جنوں کے باب ہیں

کچھ نشاں ہیں راستے ہیں پاشکتہ کچھ مسافر

کارواں ہے بے صدا
گنگ جذبے بولتے ہیں
کتنے منظر حیرتوں کے آئینے ہیں

اس سے اگلا مرحلہ جو ہے طے کرنا ہمیں وہ ہے جوانی کا سفر
یہ سفر ہے اک حقیقت سے عبارت یہ سفر ہے سوچنے کو
واہمہ سا ایک دھوکا یہ سفر ہے
دیکھنے کو ایک میلہ ایک نغمہ یہ سفر
اس سفر میں چاہتوں کے کچھ جہاں آباد ہیں
اس سفر میں آنکھ بھی اک استعارہ بن کے ابھرے
شہر ہیں آباد اس میں صورتوں کے
گنبدوں کی قید میں ہیں آدمی
دیدنی ہیں سارے منظر اس سفر کے
یہ سفر ہے رستے چھالوں کا سفر یہ سفر ہے
پیار کے روشن حوالوں کا سفر
اس سفر میں پیار آنچل بھیکتا ہے
مہرباں نامہرباں ہے اس سفر میں ہر گھڑی جی کا
زیاں ہے اس سفر میں لمحہ لمحہ امتحاں ہے اس سفر میں

یہ سفر کچھ خواب آنکھوں میں بھرے
 قربتوں کی لذتوں سے یہ سفر آباد ہے
 فاصلوں کی ڈور سے یہ ہے بندھا

اس سفر میں

آس کے کتنے پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں قید ہیں
 اس سفر میں سب مسافر اک سمندر پر رواں ہیں
 یہ سفر تجدید کا، تحصیل کا، تدبیر کا ہے اک سفر
 یہ سفر ہے کچھ اندھیروں میں اجالوں کا سفر
 اس سفر میں شعبدے دیکھا کئے

اس سفر کا آخری جو مرحلہ ہے وہ بڑھاپا بے خبر

یہ سفر ہے معبدوں کا مسجدوں کا اور شوالوں کا سفر

اس سفر کا ہر مسافر

روشنی کا اک غبار

اس سفر کا زاویہ بھی مختلف ہے یہ سفر لا حاصلی کا اک سفر

زندگی کے جبر کا ہے دائرہ اور حلقہ ہے کسی زنجیر کا

یہ سفر ہے ساحلوں سے لوٹنے کا اک سفر

یہ سفر ہے دائروں کا الجھنوں کا محسرتوں کا اک سفر

اس سفر میں زندگی ارزاں رہے
 اور یورشتمیں ہوں ہربلا کی ذہن و دل پر
 خارزاروں میں پھرائے ننگے پاؤں یہ سفر
 اس سفر میں رنگتے ہیں وسوسوں کے سانپ بھی
 اس سفر میں ہر قدم پر ابتلا کے جال بھی ہیں
 شب گزیدہ لوگ ہیں جو لڑ رہے ہیں اس سفر میں
 کچھ سفر ہے داخلی اور کچھ سفر ہے خارجی



کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

وہ جن سے دل کو قربت ہو، انہیں کھونا بھی پڑتا ہے

ہمیں رونا بھی پڑتا ہے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

وضاحت کر بھی دیں لیکن، رفاقت وہ نہیں رہتی

محبت ہے ستم سہتی

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ جس کو پیار سے دیکھیں، وہی رستہ بدل جائے

قیامت سی گزر جائے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کوئی جذبہ مچلتا ہے، کوئی دریا اترتا ہے

کوئی لمحہ ٹھہرتا ہے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ ہم خاموش رہتے ہیں، ہمارے ساتھ جو بھی ہیں

وہ سنتے ہیں وہ کہتے ہیں

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

یہ دل چاہے ہے رونے کو، مگر رویا نہیں جاتا

کوئی دل کو نہیں بھاتا

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

تسلسل ایک موسم کا ہمیں وہ زخم دے جائے
 جو ساری عمر تڑپائے
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
 چراغوں کو جلاتے ہیں نئے ہم خواب بنتے ہیں
 مگر جلنا مقدر ہے
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
 کوئی وعدہ بکھرتا ہے کوئی جذبہ ٹھہرتا ہے
 کوئی دیوار گرتی ہے
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
 نئے کردار آتے ہیں کہانی آگے چلتی ہے
 اچانک پردہ گرتا ہے
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
 جو ہم رستے سجاتے ہیں دیئے جو ہم جلاتے ہیں
 سزائیں ہم ہی پاتے ہیں
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے





ہستی یہ بکھر جائے گی ہر آن لگے ہے
جس راہ کو تکتا ہوں وہ سنسان لگے ہے

ہر سمت سے اٹھے ہیں صداؤں کے بگولے
اک آگ بھڑکنے کا یہ اعلان لگے ہے

ہم قحط کے موسم میں ہیں اس طور سے جیتے
دیکھے جو کوئی چاہ سے احسان لگے ہے

وہ نام رقم ہوگا زمانے کی جبیں پر
جو نام تری ذات کی پہچان لگے ہے

آشوب زمانہ نے خدوخال یوں بدلے
جو آنکھ بھی دیکھے مجھے حیران لگے ہے

اب اس پہ مری ذات کے اسرار کھلے ہیں
اب اس کو مری بات بھی آسان لگے ہے

حالات مرے بس میں رہیں گے نہ کبھی اب
جو موج بھی اٹھتی ہے وہ طوفان لگے ہے

کل تک تھا جہاں پیار کی چڑیوں کا بسیرا
چہکار سے خالی وہی دالان لگے ہے

وہ میری نگاہوں میں دھنک بن کے ہے چھایا
اب میری پذیرائی کا امکان لگے ہے

جب پیار کی چلتی ہیں ہوا میں یہاں نجھی
کیوں گھر کی فضا مجھ کو پریشان لگے ہے





سارے منظر ساتھ اس کے ہو لئے
کس کی خاطر اب جلیں گے یہ دیئے

اس انا کی قید سے نکلے گا کون
سب کریں گے اپنے اپنے فیصلے

اتنی شدت سے سبھی سچ بول دیں
جھوٹ پر ہیں جتنی سختی سے ڈٹے

اس کا چہرہ خوبصورت شعر تھا
لفظ جس کے جان و دل میں بس مگئے

ہم لکھیں گے رت جگوں کی داستاں
 کرجیاں ہو جائیں گے یہ آئینے

وہ تمہاری قربتوں کے لطف تھے
 یہ تمہاری فرقتوں کے ذائقے

اک نیا ہے ہر گھڑی بس امتحاں
 زندگی اور روز و شب کے مسئلے





مرحلے زیت کے آسان بنائے میں نے
تیری یادوں سے کئی لمحے سجائے میں نے

وہ ترے پیار کی شبینم میں سبھی بھیگ گئے
جتنے منظر بھی فضاؤں سے چرائے میں نے

کچھ پرندے سے ہواؤں میں اچانک بکھرے
جب دعا کے لئے یہ ہاتھ اٹھائے میں نے

بیٹے لمحوں کو اکیلے میں کبھی جب سوچا
راکھ کے ڈھیر سے یہ ہاتھ جلائے میں نے

اپنی آنکھوں کو منڈیروں پہ بٹھا رکھا ہے
ویپ جتنے بھی تھے نفرت کے بجھائے میں نے

ان سے تعمیر کے پہلو بھی کئی نکلیں گے
اپنی پہچان کے زینے جو بنائے میں نے

گرچہ آیا نہ کبھی ان سے تلاطم لیکن
وقت کی جھیل میں پتھر تو گرائے میں نے

سچ کو لفظوں کے چراغوں میں جلائے رکھا
پھول احساس کے گلشن میں سجائے میں نے

تہمتیں بن کے سبھی مجھ کو ملے ہیں نجھی
جتنے جینے کے ہنر اس کو سکھائے میں نے



آرزو

آرزو سے یہ جہاں آباد ہے
آرزو اس دہر کی بنیاد ہے

آرزو ہے ایک دشت بے اماں
آرزو ہے اصل میں اک امتحاں

آرزو کی سائیکی بھی ہے عجیب
بے مراد و بے قرار و بے نصیب

آرزو اک وادی پر خار ہے
آرزو اک دھوپ کی دیوار ہے

آرزو ابہام ہے انعام ہے
آرزو اس زندگی کا جام ہے

آرزو اک عنبریں سا جس ہے
آرزو اک اشتمائے نفس ہے

آرزو ہے آئینہ انسان کا

آرزو زینہ ہے اک پہچان کا

آرزو میں زندگی معمور ہے

آرزو میں حسن ہے اور نور ہے

آرزو جیسے اکیلا آدمی

روشنی میں جو کہ ڈھونڈے روشنی

آرزو حق کا تقرب اور وصال

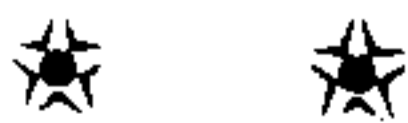
آرزو ہے اک حقیقت کا جمال

آرزو ہے ایک نعمت بے بدل

آرزو ہے ذات کا مخفی عمل

آرزو ہے آرزو کا انتظار

آرزو سے بے نیازی وصل یار



مسکراہٹ

مسکراہٹ روشنی ہے نور ہے
مسکراہٹ مانگ کا سیندور ہے

مسکراہٹ ایک منظر دکشا
مسکراہٹ ایک نغمہ پیار کا

مسکراہٹ روح کی ہے تازگی
مسکراہٹ اعتبار زندگی

مسکراہٹ ساز دل کا تار ہے
مسکراہٹ پیار کا اظہار ہے

مسکراہٹ اک سخی کا ہاتھ ہے
مسکراہٹ ایک میٹھی بات ہے

مسکراہٹ دو دلوں کا رابطہ
مسکراہٹ خوشبوؤں کا قافلہ

مسکراہٹ زندگی کا رقص ہے

مسکراہٹ ہی خوشی کا عکس ہے

مسکراہٹ اک دھنک ہے پروقار

مسکراہٹ پیار کی اک آبشار

مسکراہٹ چاہتوں کا سائباں

مسکراہٹ اک دعائے مہرباں

مسکراہٹ دل نشیں تصویر ہے

مسکراہٹ حلقہ زنجیر ہے

مسکراہٹ پیار کا اعجاز ہے

مسکراہٹ خامشی کا ساز ہے

مسکراہٹ ایک سنگ میل ہے

مسکراہٹ ذات کی تکمیل ہے





دیے سارے جلانا چاہتا ہوں
میں خود کو جگمگانا چاہتا ہوں

مرے زخموں کو مہکتے رہیں جو
میں پھول ایسے کھلانا چاہتا ہوں

وہ مجھ کو بانٹ کرتا ہے ہمیشہ
اسے خود سے بچانا چاہتا ہوں

مداوا ہے یہی اب درد دل کا
میں تھوڑا مسکرانا چاہتا ہوں

جہاں آنچل بھگویا تھا کسی نے
دریچہ وہ سجانا چاہتا ہوں

شناہا ہوں جہاں دو چار چہرے
وہیں اپنا ٹھکانا چاہتا ہوں

کسی بھی یاد کا سایا نہ اترے
اسے ایسے بھلانا چاہتا ہوں

وہی جو خواب دیکھے تھے انہیں اب
بہم مل کر سجانا چاہتا ہوں

ترے احساس میں اقبال نجفی
نی ترتیب لانا چاہتا ہوں





زندگی کو بسر یوں کرتے ہیں
اڑتے لمحے نظر میں رکھتے ہیں

سرسنگوں کو دیا ہے جذبوں نے
دل کے آگے کہاں ٹھہرتے ہیں

یہ - محبت بھی کیا بلا شے ہے
روگ اس کے خوشی سے سہتے ہیں

یہ جو مجبوریاں ہیں پاؤں کی
لوگ کیوں ان کو ساتھ رکھتے ہیں

ایک رشتہ غرض کا ہے شاید
یوں ہی باہم جو اب بھی ملتے ہیں

کچھ مروت نہ پاس رشتوں کا
لوگ اب اس طرح سے جیتے ہیں

ان کی آنکھیں ہیں نجمی مے خانے
جن میں ساغر کئی چھلکتے ہیں





ایک رشتہ تھا بس بدن سے مرا
سانس رکتا رہا گھٹن سے مرا

آس ٹوٹی نہیں اجالوں کی
ملنا مشکل تھا گو جمن سے مرا

سل سکا چاک زندگی نہ کبھی
کٹ گیا رابطہ جمن سے مرا

بڑھ گئی تھی یہاں پہ محرومی
ذہن پھٹتا گیا جلن سے مرا

مہریاں ہے وہ آسماں مجھ پر
رابطہ ہے ابھی پون سے مرا

ساتھ ہیں کچھ گلاب سے چہرے
اک تعلق جو ہے سخن سے مرا

مجھ پہ جانے وہ مہریاں کب ہو
اک تعلق تو ہے گنگن سے مرا

میں کہ حسنی بھی ہوں حسینی بھی
عہد بیعت ہوا حسن سے مرا

میرے احساس نے کہا نجھی
ہے تشخص ترے چلن سے مرا





وہ ہوا محترم بتا کیسے
غیر کا ہم قدم بنا کیسے

کس نے کی ہے یہاں مسیحائی
یہ حساب کرم اٹھا کیسے

پوچھتی ہے جو آنکھ جاگی ہے
ذات کا یہ بھرم کھلا کیسے

وہ مجھے کس لئے بتائے گا
اس نے جو وستم چنا کیسے

کیا بتاؤں اے دوست میں تم کو
یہ حصار الم کٹا کیسے

جو کہ یکتا ہے ذات میں اپنی
یہ بتا منقسم ہوا کیسے

پتھروں کو ہنر جو دیتا تھا
آج کوئے عدم چلا کیسے

کون پوچھے گا اب بھلا اس سے
اس کو جاہ و حشم ملا کیسے

جنس کی پہچان ہی نہیں نجھی
سب کی آنکھوں میں جم گیا کیسے



ہم لوگ

عجب خوش فہم سے بندے
 عمل بیزار ہاتھوں میں
 ہنریا نہا نہیں کوئی
 فقط دعوے کئے جائیں
 خیال و خواب کی دنیا میں جیتے ہیں
 ہوا حرص و ہوس کی جب ہمیں جھولا جھلاتی ہے
 تو ہم سرشار ہوتے ہیں

عجب خوش فہم سے بندے
 سرساحل جو بیٹھے ہیں
 مگر پھر بھی لبوں پر تشنگی کا کرب ملتا ہے
 مقدر کا یہاں رونا بھی روئیں
 سبھی شکوہ کریں یہ ہی
 دعاؤں میں اثر کوئی نہیں اپنے
 دھرے ہیں ہاتھ ہاتھوں پر
 ڈگر پر اپنی چلتے جا رہے ہیں سب
 مگر خود کو بدلنے پر نہیں کوئی بھی آمادہ

بسھی اس اس میں بیٹھے
کوئی آئے

بدل دے ان کی تقدیریں جو آ کے آن واحد میں

عجب خوش فہم سے بندے

جو زندہ ہیں مگر پہچان سے عاری

نکلنے ہی نہیں ہیں جو جہالت کے اندھیروں سے

جہالت وار کرتی ہے

مگر یہ اونگھتے رہتے ہیں اپنے حال میں غافلان

کبھی جب ہوش آتا ہے

تو اک نعرہ مستانہ لگا کر جھوم جاتے ہیں

عجب خوش فہم سے بندے

★ ★



جذب ہیں آنکھ میں سبھی منظر
ہم جیسے غیر کے بھروسے پر

ہونٹ میرے تھے بات ان کی تھی
یہ ہی اپنے رہے سدا تیر

جو مجھے زہر سے لگے کڑوا
اس کو کہتا رہا میں شیریں تر

ۛ

فاصلے درمیان اتنے تھے
اک زمیں ہو تو دوسرا اختر

اس گداگر کو بھیک سے مطلب
آنکھ جھکتی رہے جھکے یہ سر

خوب پایا رفاقتوں کا مزہ
جو تھی سمت اٹھائی اپنے سر

دیکھئے کب گردش فلک ٹھہرے
میرے جذبے بدل گئے محور

میں نے سمجھا جنہیں وہی جگنو
کچھ شرارے تھے بن گئے انگر

اپنی فطرت دکھا گئے نجھی
وہ جو کہتے تھے ہم ہیں چارہ گر





ہم نے باندھے بھنور تھے پاؤں سے
خوف کھایا نہ ابتلاؤں سے

خود فریبی نے وہ فسوں پھونکا
دور ہوتے گئے ہیں چھاؤں سے

ریزہ ریزہ بکھر گئے ہم لوگ
رابطے یوں تو تھے خاناؤں سے

کھلے رکھنا منافقت کے در
ہم بھی فارغ ہوں بے وفاؤں سے

دور بھاگا نہ مفلسی کا دیو
 زہر سے پاک، ان فضاؤں سے

کیا خوش بخت وہ سفینہ تھا
 دوستی جس نے کی ہواؤں سے

ان پہ آتا گیا زوال آخر
 رشتہ ٹوٹا جو ہم نواؤں سے

کیا یہی تھی وہ روشنی نجمی
 کھینچ لائی ہمیں جو گاؤں سے





دل کا کیا پوچھتے ہو اس سے مری خوب ٹھنی
یہ وہ دلی ہے کبھی اجڑی کبھی خوب بسی

اک امر بیل مرے جسم میں رکھی اس نے
میری خواہش کے سہارے جو یہاں خوب پبی

خط میں لکھا ہے مجھے عید مبارک اس نے
بات رسمی ہی سہی دل کو مرے خوب لگی

جس کی آنکھوں میں محبت کے دیئے جلتے تھے
آخری اس سے ملاقات مری خوب رہی

اس کی ہر چال غلط چال بنائی میں نے
اپنے دشمن سے لڑائی جو لڑی خوب لڑی

ایک منظر جو نگاہوں میں با رکھا تھا
اس کو لینے کے لئے موج اٹھی خوب اٹھی

اس لئے درد کی پوشاک پہن لی میں نے
دل کو اچھی بھی لگی تن پہ مرے خوب بھی

ایک سائے کے تعاقب میں رہا ہے برسوں
ایک مجرم کی طرح اس کو سزا خوب ملی

بات میری نہ سنی کان لگا کر نجھی
بات اس نے جو کہی سب نے کہا خوب کہی



مکالمہ

سانحہ تھا؟

اس پہ لیکن کون تھا جو غم زدہ تھا؟

معرکہ تھا؟

سرپھروں کا میں بھی شامل ہو گیا تھا؟

زائقہ تھا؟

جس پہ سارے ٹوٹتے تھے اور کیا تھا؟

راستا تھا؟

تیرگی میں گم تھا لیکن ڈھونڈنا تھا؟

چاٹنا تھا؟

اس لہو کو جو کہ اندر کھولتا تھا؟

بولنا تھا؟

جھوٹ سب کو اس میں شاید مصلحت تھی؟

لوٹنا تھا؟

اس لئے کہ بھوک میری ایک صحرا بن گئی تھی؟

چھیننا تھا؟

اس نے میرا خواب مجھ سے چھیننا تھا،
واقعہ تھا؟

پل دوپل کے بعد جس کو ہر کسی نے بھولنا تھا،
حوصلہ تھا؟

جس میں باقی اس نے نجمی جیتنا تھا





لفظ کانٹوں کی طرح رہ میں بچھانے والا
چھپ کے بیٹھا ہے کہاں شور مچانے والا

گھپ اندھیرے میں سکتا ہے وہ پہروں بیٹھا
وہ چراغوں کو ہتھیلی پہ جلانے والا

اک تحفظ کی فضا مل نہ سکی اس کو یہاں
میرا رہبر وہ مجھے چھوڑ کے جانے والا

جانے کیا سوچ وہ رکھتا ہے مرے بارے میں
اپنا احوال جسے میں ہوں سنانے والا

میرے ہونٹوں پہ جو اک حرف وفا جاگا تھا
سبز شاخوں پہ بہاروں کو ہے لانے والا

شعبدے اس نے دکھائے ہیں مجھے کتنے ہی
میں نہیں اس کی کسی چال میں آنے والا

اب بتا کس سے کریں گے تری باتیں نجھی
آئندہ ٹوٹ گیا عکس دکھانے والا





اس صبح زندگی کی تھکن کو اتار کر
اپنے لئے تو خود ہی خزاں کو بہار کر

آنگن یہ اپنے دل کا رہنے بھی دے کھلا
اپنی محبتوں پہ ذرا اعتبار کر

وہ گھر گیا ہے دوستوں اور دشمنوں کے بیچ
تیری طرف ہی آئے گا کچھ انتظار کر

زنجیر کی کڑی تھی جو کھلتی چلی گئی
اب سوچ کو بدل لے نہ رستہ غبار کر

لڑتے رہے ہیں ہم سبھی اپنی بقا کی جنگ
اک زندگی کو جیتتے ہیں کتنوں کو مار کر

اہل نظر خموش ہیں کس واسطے ہنوز
اٹھا ہے اس مقام سے کوئی تو ہار کر

اس لمحہ قرار میں کوئی نہیں یہاں
تو دیکھ لے کسی کو بھی نجمی پکار کر





ہم کہ تنہا تھے ہم سفر ہو کر
زندگی کی ہے در بدر ہو کر

اک تکلف تھی سب ملاقاتیں
بے خبر ہی رہے خبر ہو کر

ہم نے پییم عذاب جھیلے ہیں
بے گھری سی رہی ہے گھر ہو کر

شوق پرواز دل سے کب نکلا
ہم تھے معذور کتنے پر ہو کر

مجھ کو دیتے نہیں دوا کوئی
دور بیٹھے ہو چارہ گر ہو کر

پھول آنے کی آس ہی نہ رہی
کیسے جیتے ہیں بے ثمر ہو کر

کوئی منظر اجل وینا تھا
کیا کیا تم نے معتبر ہو کر

ہاتھ اٹھے ہیں اب بھی لوگوں کے
لفظ بکھرے ہیں بے اثر ہو کر

جن کی فطرت میں بے وفائی تھی
بے سلیقہ رہے ہنر ہو کر





ہم تو پھرتے رہے سراہوں میں
زندگی کی بسر خرابوں میں

منتشر منتشر رہی ہستی
وقت اپنا بتایا خوابوں میں

چشم مردم تو سو رہی تھی یہاں
ہم گرفتار تھے عذابوں میں

ورد کا سیل رخ بدلتا ہے
بیٹھ کر پیار کے چنابوں میں

مصلحت کے تقاضے ایسے تھے
بات چلتی رہی حجابوں میں

اس طرح سے کیا چلن اپنا
بھر دیئے زخم سب گلابوں میں

بیٹے وقتوں کے سب خسارے ہم
ڈھونڈ لیتے ہیں، احتسابوں میں

ڈھونڈتے ہو جو احترام نظر
وہ ملے گا فقط کتابوں میں

لحٰن تو ختم ہو چکا نجمی
شور ہی رہ گیا ربابوں میں





بدلنے پر وہ قادر ہیں سدا سے اپنی تقدیریں
عطا کرتے ہیں محنت سے زمانے کو جو تنویریں

اگر جینا ہے زندہ قوم کی صورت زمانے میں
تو پھر اب توڑ ڈالیں ہم سبھی غیروں کی زنجیریں

چلو ان کھوکھلے نعروں سے آگے بھی قدم رکھیں
کریں سب کام اب اپنا کریں سب مل کے تدبیریں

چنا جو راستہ ہم نے کبھی نہ اس کو چھوڑیں گے
ہمیں جرم تمنا پر لگیں کتنی ہی تعزیریں

نی لذت ملے گی اب لو اپنا جلانے سے
مرتب پھر سے ہوں گی اب ہمارے غم کی تفسیریں

غموں کا اپنی قسمت میں رہے گا یہ دھواں کب تک
خوشی کے چاند اب اتریں ملیں ہم کو بھی تعبیریں

اٹھائے ہاتھ جب ہم نے بلائیں ٹل گئیں ساری
عجب دیکھیں دعاؤں میں بھی اپنے آج تاثیریں

حقیقت سامنے آئے گی ان کو دیکھ لینے سے
بظاہر ہیں جو آئینے وہی ہیں اصل تصویریں

مزاج اپنا بہر صورت بدلنا ہے ہمیں نجمی
لکھیں گے ریت پر کب تک یونہی چاہت کی تحریریں





کتاب شوق جو پڑھتا نہیں ہے
محبت پر یقین رکھتا نہیں ہے

حوادث درس عبرت دے رہے ہیں
کوئی لیکن اثر لیتا نہیں ہے

بہاروں کی رتیں ٹھہری ہوئی ہیں
مگر غنچہ دل کھلتا نہیں ہے

بدلنے کو ہے رنگ گلستاں اب
مگر محسوس یہ ہوتا نہیں ہے

وقار عشق ہے ملحوظ ہم کو
جو یہ پردہ ابھی اٹھتا نہیں ہے

دل حساس کا ہر ایک نغمہ
اواسی کو رقم کرتا نہیں ہے

لبوں پر مصلحت کی مثبت مہریں
تری منزل ترا رہتے نہیں ہے

ہمیں معلوم ہیں وہ باتیں ساری
جو عکس آئینہ کہتا نہیں ہے

تکلف برطرف اقبال نجھی
تجھ جینا ابھی آتا نہیں ہے

☆ ☆

نورِ مبیں

ہدایت کا یہی بس ایک چشمہ ہے

جسے میرے نبی لائے

اسی نورِ مبیں کی روشنی ہم کو

نبی رحمت کی سیرت میں بھی ملتی ہے

یہی وہ نور ہے جس کے مفسر بن کے آقائے

سبقِ اخلاق کے سارے پڑھائے اپنی امت کو

انہیں تہذیب سکھلائی تمدن کی بنا ڈالی

یہی وہ نور ہے جس سے کئے روشن

جہالت کے نگر سارے

یہی نورِ مبیں دے کر یہ فرمایا (رسولِ آخرین نے)

اگر میری ہدایت پر عمل پیرا ہو گے تم

کبھی گمراہ منزل سے نہ تم ہو گے

یہی نورِ مبیں سارے زمانوں کو سکھائے گا چلن اب آدمیت کا

بقا کا علم ہے اس میں
یہی ہے آگہی کے راستوں پر رہنما سب کا
یہی ہے وہ صحیفہ جو
مثالی ہے

کمال آدمیت کے سبھی رستے بتاتا ہے
یہی وہ نور ہے جس سے زمانے کو
ملے گی آخرش منزل

سبق سب بھول کر اپنا چلے جب پیچھے دنیا کے
گرے قعرِ ندالت میں

ہمیں اب سوچنا ہو گا
ہمیں اب لوٹنا ہو گا
اسی منزل کی جانب پھر
ہمیں نورِ مبیں سے روشنی لے کر
نبی رحمت کی سیرت رہنما کر کے
سفر آغاز کرنا ہے



کس لئے

کس لئے راہ کے ڈھیر کودے رہے ہیں ہوا
 کس لئے بدگمانی کے سانپوں سے خود کو ہی ڈسوار ہے ہیں ذرا سوچئے
 کس لئے نار سا چاہتوں کو گلے سے لگائے ہیں ہم
 کس لئے ان گنت کلفتیں ساتھ اپنے چلیں
 کس لئے کھوٹ سے ہم بھرے دل کو سچا کہیں
 کس لئے آس رکھیں یہی کل ہمارا بھی اچھا تو ہو جائے گا
 کس لئے قید ہیں اس فسوں میں جسے
 توڑنا اب ضروری ہے سب کے لئے

اب نہ ایسا ہوا

تو ہمیں روند ڈالے گا پھر وقت ہی اپنے پاؤں تلے
 اس لئے آج سے

دل کو اپنے بھریں ہم اسی نور سے

جو شریک سفر اب بنائے ہمیں

جو ہدایت کی راہیں دکھائے ہمیں

بدگمانی کے زہر اب سے جو بچائے ہمیں

ان جہانوں کا جور، ہرور، ہنما پھر بنائے ہمیں



آو بات کریں

بات ہے اک عام کرنا ہے جسے 'بات بھی ہے عام سی

سیر کو ہم جب چلیں

یا کہ شاپنگ ہم کریں

راستے میں چل رہے ہوں یا کہ گھر کے لان پر

دوستوں کی محفلیں ہوں یا ہوں گھر کی مجلسیں

یہ قدم اٹھیں ہمارے جس طرف

بات ہے اک عام کرنا ہے جسے

بات نکلے گی دلوں سے ء

پھر جسے گی ذہن پر بھی

بات ہے اتنی سی میرے دوستو

روشنی جو علم کی ہم سے اب تک دور ہے

روشنی تک ہم رسائی کس طرح کیسے کریں

بات یہ ہے عام کرنا ہے جسے

روشنی کا یہ دیا اب

سب جلائیں گے اگر

ہر طرف پھر نور ہوگا

نور جو کہ زندگی میں راحتوں کے رنگ بھردے

مشکلیں جو دور اپنی ساری کر دے





آج اس دل کی مہربانی سے
کٹ گیا نام ہی کہانی سے

مات کھاؤں میں کس طرح اس سے
مات ہوتی ہے اپنے مانی سے

تم کناروں پہ بیٹھنے والے
بے خبر ہو مری روانی سے

خوش گمانی ہے اس قدر بہتر
دور رکھے جو بدگمانی سے

زندگی میں بہار آتی ہے
ابچھے لوگوں کی قدر دانی سے

کتنے عاجز ہوئے غریب شہر
مہرباں آج کی گرانی سے

بیچ دیتے ہیں خواب جو اپنے
روٹھ جاتے ہیں وہ جوانی سے

پھر یہ تصویر مختلف ہوتی
کام لیتے جو خوش بیانی سے

اک تری یاد کا حسین موسم
رابطہ ہے یہ رت سہانی سے

تم بھی نجی مہک بکھیرو گے
آنکھ جب نم کرو گے پانی سے





آج اس کی آنکھوں سے راز دل کھلا پایا
جستجو کا آئینہ میں نے ٹوٹا پایا

ہاتھ میں نے خوشبو کا جب بھی تھامنا چاہا
اک ہوا کے جھونکے کو راہ کاٹا پایا

اس طرح سے دولت کو وہ دبا کے رکھتا ہے
جیسے ریت مٹھی میں کوئی بھینچتا پایا

سامنے جو منظر تھا ہمسفر وہ میرا تھا
پچھے مڑ کے دیکھا جب اس کو بھاگتا پایا

اس قدر تھی ویرانی آج اس کی آنکھوں میں
آنکھ بھر کے دیکھا تو سامنے خلا پایا

عزم کے دیئے جن میں زندگی جلاتی ہو
کون ایسی آنکھوں کی روشنی بجھا پایا

جب بھی اس کو دیکھا ہے خوب وہ لگا دل کو
آج اس کو دیکھا۔ پھر اور خوش نما پایا

رزم گاہ ہستی میں اس طرح وہ پھرتا ہے
ایک ایک چہرے کو ہم نے گھورتا پایا

خواہشوں کی تتلی کے اڑ گئے ہیں سارے رنگ
چاند اس جگہ سے جب چاندنی اٹھا پایا

کو بکو پھرے تھے ہم جب جنوں کی حالت میں
ہم نے نجمی ایسے میں غم کو جاگتا پایا





سب نے یاں بنا خواہش سانس کا دیا پایا
 زد پہ پھر ہواؤں کی یہ دیا سدا پایا

دل لگی تو اچھی ہے دل لگی رہے تب ہی
 ورنہ ہم نے اس کو بھی طوق ہی بنا پایا

ہم نے ایک وعدے پر زندگی گذاری ہے
 ہم نے ایک وعدے میں اس طرح مزا پایا

چن دیئے سبھی کانٹے ہم نے تیری راہوں ..
 کون رسم دنیا کو اس طرح نبھا پایا

جس کی ایک دستک پر سب کواڑ کھلتے تھے
آج اس کو دیکھا تو در سے ہی لگا پیا

عشق میں جو گھلتے ہیں بھید ان پہ کھلتے ہیں
بھید پانے والوں کو کس نے بولتا پیا

ہم نے جاتے سورج کو ایک چہرہ سمجھا تھا
جب قدم بڑھائے تو اس کو بھاگتا پیا

پیار کے درتچے سے ایک شام اتری تھی
شبہنی فضاؤں میں خود کو بھیگتا پیا

نقص ہے طبیعت کا یا ہے دخل قسمت کا
دوستی کا پھل اکثر ہم نے بے مزہ پیا





سامنے جب اس نظر کے کوئی منزل نہ رہی
سوز رخصت ہو گیا تاثیر کامل نہ رہی

ہو گئے جب بال و پر آلودہ رنگ و نسب
کوئی پھر دیوار دشمن کے مقابل نہ رہی

حلقہ شام و سحر کا جو بھی قیدی ہو گیا
خاک اس کی کیمیا بننے کے قابل نہ رہی

گردش پیہم میں رکھا جس نے جام زندگی
اس کی ہستی نیستی میں پھر تو شامل نہ رہی

زندگی کی قوتوں کو کر لیا جس نے اسیر
پر یقین وہ چشم دل ہے وہ تو غافل نہ رہی

وہ حدیث سوز و ساز زندگی پر دھتا رہا
خواہش دنیا کبھی بھی اس کا حاصل نہ رہی

وہ شہید جستجو تھا بھید سارے پا گیا
اس کو نجمی اب تلاش موج و ساحل نہ رہی





میں نثار تجھ پہ ہوتا جو کبھی بہار ہوتا
ترے کھیت کھیت پھرتا مجھے تجھ سے پیار ہوتا

جو تھا آشنائے منزل تو سفر کا پاس رکھتا
تو جو زاد راہ لیتا نہ کبھی غبار ہوتا

کسی خوف کی بنا پر تری آنکھ میں جو آتے
انہی جگنوؤں سے روشن ترے دل کا غار ہوتا

کہیں دل بتائے راہیں کبھی سوچ دے پناہیں
مری ذات یوں نہ بٹی مجھے اختیار ہوتا

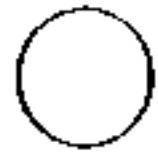
تجھے کوئی چھوڑ جاتا جو بہار موسموں میں
ترے پاس میرے جیسا دل بے قرار ہوتا

تجھے دھوپ جو ستاتی تو کبھی نہ تیرے ہاتھوں
وہ درخت ایسے کٹنا جو کہ سایہ دار ہوتا

میں جلی ہوئی ہوں کشتی تجھے پار تھا اترنا
تو مجھے صدا جو زیتا، مجھے افتخار ہوتا

تو دلوں میں گھر جو کرتا انہی ہجر موسموں میں
ترا انتظار نجمی پس انتظار ہوتا





ترے ملنے کا عرصہ مختصر معلوم ہوتا ہے
نہیں تو آشنا مجھ سے مگر معلوم ہوتا ہے

کوئی تو پیش بندی ہو کسی انجانے خطرے کی
حوادث جس میں پلتے ہوں سفر معلوم ہوتا ہے

رتوں کی سرد مہری نے دنوں کو کر دیا مردہ
کسی طوفان کے آنے کا اثر معلوم ہوتا ہے

ترے جانے سے دھندلے ہو گئے منظر مرے دل کے
ترے ہونے سے اے جانناں یہ گھر معلوم ہوتا ہے

کبھی باد صبا آ کر مجھے کرتی ہے شرمندہ
کبھی خوشبو کا جھونکا بے اثر معلوم ہوتا ہے

جمی ہے دھول چہرے پر بچھے ہیں جال شکنوں کے
وہ حسن بے مثال اب تو کھنڈر معلوم ہوتا ہے

کسی میں لاکھ خوبی ہو نظر انداز کرتے ہیں
کسی کا عیب بھی ہم کو ہنر معلوم ہوتا ہے



امن عالم کے سفیروں سے

یہ ظلم و بربریت
 بھلا کب تک یہاں جاری رہے گی
 مہذب بھی جو کہلائیں
 مگر ان کے عزائم تو کبھی دیکھیں
 نہتے کتنے لوگوں پر
 کہ جو کمزور ہیں ان سے مظالم روز ڈھاتے ہیں
 کبھی کشمیر میں، کبھی اہل کسوو پر
 کبھی بوسنیا میں
 یہ اپنے وار کرتے ہیں، نوازش تم کرو تھوڑی
 ذرا آکر انہیں دیکھو
 کہاں ہیں وہ لئے پھرتے ہیں جو یہاں پر امن کے جھنڈے
 انہیں شاید
 یہ ظلم و بربریت نظر آتا نہیں ہے
 کبھی پوچھو ان امن عالم کے سفیروں سے
 یہ ظلم و بربریت
 بھلا کب تک
 یہاں جاری رہے گی



اجازت

اجازت دے مجھے جانن کتاب زیست پڑھنے کی
 اجازت دے میں اپنی سوچ کی پرکار سے اک دائرہ کھینچوں
 مقید جس میں ہوں تیرے

بدن کی ساری قوسیں، زاویے اور جتنی بھی لکیریں ہیں
 اجازت دے

میں تیری تیرگی اور صبح روشن بھابھوں محرم
 اجازت دے مرے ساتھی
 مجھے سیراب ہونے کی

اجازت دے کہ یہ لمحے امر ہوں اب
 ہوائے خوش خبر بن کر بنوں تیرا میں ہمراہی
 نشاط و وصل کے پر کیف لمحوں میں
 تبسم ریز ہو کر جب جھکائی اس نے پلکیں تو
 اجازت مل گئی مجھ کو



اک تمنا اور ہے

خیال و خواب میں گذرا
 مرے جیون کا اک حصہ
 مشقت کی مگر پایا نہ کچھ ثمرہ
 رہیں آب و دانہ ہی رہی یہ زندگی اپنی
 ستارہ میری قسمت کا کبھی گردش سے نہ نکلا
 نہ چمکایہ مرا آنگن
 کسی روشن ستارے سے
 سو اس لا حاصلی کے بعد اب مجھ کو
 کوئی توفیصلہ کرنا ہی تھا آخر
 تمنا ہے یہ اب میری
 خیال یار کو اب مہرباں دیکھوں
 کڑی مجبوریوں کی توڑ کر میں بھی
 حرم حسن میں پہنچوں
 سواد وصل میں اتروں
 کسی گوشے میں جا بیٹھوں
 بنا لوں دل کو اکتارہ
 ازل کا گیت میں چھیڑوں



موڑ

عشق کی کہانی میں
 ایسے موڑ آتے ہیں
 مصلحت کے پہرے میں
 سائے رخ بدلتے ہیں
 وقت ایسا آتا ہے
 سانس بھی جھلکتی ہے
 عزم کے چراغوں سے
 نقش پھر نکھرتے ہیں
 کچھ وفا کے راہی جب
 زخم زخم ہو کے بھی
 پیار کی فضاؤں میں
 جھومتی ہواؤں میں
 سرخرو . محبت میں
 ہو کے جب مہکتے ہیں
 روشنی لٹاتے ہیں
 وقت کی جبیں پر یہ
 نقش چھوڑ جاتے ہیں
 عشق کی کہانی میں
 ایسے موڑ آتے ہیں





ملے ہیں زخم یہ مجھ کو ترے سنگ ملامت سے
جدا لیکن نہ کر پائے کبھی تیری رفاقت سے

ترا ملنا بہانا ہے مگر کس موڑ پر لایا
تیری یادوں کا سرمایہ ملا دور مسافت سے

حریفوں کے سبھی حروں سے بچ کر صاف نکلا ہوں
مجھے جو زخم آئے ہیں وہ اپنوں کی قرابت سے

نہیں کچھ کام لیتے جو کبھی اپنی بصیرت سے
وہی محروم رہتے ہیں ہمیشہ ہی بصارت سے

ہمیں تاروں کی چھاؤں میں ابھی کچھ اور چلنا ہے
 ابھی کچھ اور بہلیں گے محبت کی تمازت سے

کبھی اپنی اڑانوں کے سناتا ہے ہمیں قصے
 کبھی مرعوب کرتا ہے ہمیں اپنی امارت سے

خلل جن کے ہے ذہنوں میں وہ کرتے ہیں پراگندہ
 مری اس پاک دھرتی کو سدا اپنی نحوست سے

الٹا ہوں میں چال ان کی انہیں میں مات دیتا ہوں
 بڑا محظوظ ہوتے ہیں وہ میری اس جسارت سے

صدائیں مجھ کو دیں اس نے مجھے ہے یہ یقین نجی
 مگر کب آ کے ٹکرائی کوئی میری سماعت سے





جاگتا ہے یہیں کہیں کوئی
دل میں بیٹھا ہے دلنشیں کوئی

پھول جیسے وہ آتشیں لب تھے
چاند جیسا تھا وہ حسین کوئی

تم نے دیکھے ہیں کھیل قسمت کے
گھر تھا کس کا ہوا مکین کوئی

ہم نے اہل جفا کو چھوڑ دیا
پھانس سینے میں اب نہیں کوئی

ایک خوشبو بھرا بدن اس کا
دیکھنے میں تھا اک نگین کوئی

کب مری دشمنی کے قابل ہے
جس کی پہچان ہی نہیں کوئی



یہ بہار کیسی ہے

یہ اجالوں سے گریزاں

بدگماں سی

جس میں سارے

فرقتوں کے موسم ہیں

دل غموں سے چور ہیں

در در روشن ہو گئے ہیں

پوچھ ان گلابوں سے

یہ بہار کیسی ہے



جنس و فاعام کرو

دیار زر میں رہتے ہو

سجے ہیں جس جگہ دیکھو قرینے سے حسین پتھر

دیار زر میں رہتے ہو

جہاں پر جسم زخمی ہیں جہاں پر رو حیں گھائل ہیں

جہاں سنگ ملامت ہیں

جہاں نام و نسب کو ہی فضیلت ہے

دیار زر میں رہتے ہو

جہاں پر سوچ مثبت کو پینے کا نہیں ہے حق

اسے منظر پہ لانے پر بھی پہرے ہیں

گلابوں کے مہکنے پر بھی قد غن ہے

جہاں بکتی ہے ٹھنڈک بھی، تبسم بھی ترنم بھی

جہاں ایثار کی قیمت، جہاں احسان کی قیمت

فقط سکے، فقط کاغذ کے پرزے ہیں

مگر تم پر یہ لازم ہے

بدل ڈالو نظام زر

وفا کو عام کر کے اب

فضاؤں میں ہواؤں میں اسی ماحول میں رہ کر

ہجوم کرب میں جی کر

درتچے کھولنے ہوں گے

گزر تازہ ہواؤں کا، تبھی ہو گا یہاں ممکن

چلو جنس وفا کو عام کر دوں ہم



یہ کون ہے؟

یہ کس کا چہرہ میں دیکھتا ہوں
یہ کس کے بارے میں سوچتا ہوں
یہ کون ہے جو کہ چاہتا ہے
میں ٹوٹ جاؤں یوں اس کے آگے
مری وفا کے سنائے قصے مزے مزے سے
وہ میرے بارے میں ایسا چاہے
کہ جیسے بارش کی پہلی بوندیں
جو نیچے اتریں تو موسموں کا مزاج بدلے
وہ چاہتا ہے میں ٹوٹ جاؤں یوں اس کے آگے
وہ کرچی کرچی مجھے اٹھائے
مری انا کے لہو کی بارش میں بھیگ جائے



بازیابی

ہو جب تک موافق تھی
تعلق کی گرہ تب تک
بڑی مضبوط تھی جاناں
مگر اب تو

مرے دل کی ریاضت بھی
مجھے ہے رائیگاں لگتی
ضروری تو نہیں جاناں
خیال دوستاں رکھنا
فقط اتنا میں چاہوں گا
مجھے صدمہ یہ سہنے کو
ذرا سا وقت دے دو تم

میں اپنی بازیابی کے سفر پر جا رہا ہوں اب

مری جاناں

دعا کرنا

مری آسان ہو منزل



خامشی

خامشی آغاز ہے انجام ہے
خامشی احساس کا اوغام ہے

خامشی اک حرف ہے اک حال ہے
خامشی بس وقت کی اک چال ہے

خامشی ہے رت جگا اور انتظار
خامشی لذت بھرے دل کی پکار

خامشی ہے اک اوائے دلبری
خامشی اس دل کا ہے ذکر خفی

خامشی ہے اک سمندر پر سکوں
خامشی ہے ایک نغمہ اندروں

خامشی کا ہر طرف ہی راج ہے
خامشی تخلیق کی معراج ہے

خامشی اک حسن کی تصویر ہے
خامشی اک عشق کی تفسیر ہے

خامشی ہے ایک لذت بے کراں
خامشی ہے اک حقیقت بے گماں

خامشی اک ساز جو خاموش ہے
خامشی اک راز بے آغوش ہے

خامشی ہے اک ریا بھی طاق بھی
خامشی ہے عشق بھی مشتاق بھی

خامشی ہے ایک مخفی کائنات
خامشی ہے پاس دل کے کوئی ذات

خامشی ہے انبیاء کی سیرگاہ
خامشی ہے اولیا سے اشتباہ

خامشی بے چہرگی کا نام ہے
خامشی اس ذات ہی کا لام ہے

خامشی ہے جیسے شبنم پیار کی
خامشی ہے قتل گمراہ اظہار کی



وعا

مرے مولا

محبت کے نئے منظر دکھا مجھ کو
 بنا دے اپنی دنیا کو وفا کا اک حسین پیکر
 بدل دے اس کا اب نقشہ
 دکھوں کا اک جہنم ہے

تری دنیا

الاؤ کتنے دہکائے

جہاں سرمایہ دازوں نے
 وڈیروں نے کیا ہے اپنے قبضے میں

تری دنیا

جہاں بے آبرو ہو کر جنمیں ہیں لوگ کتنے ہی

صدائیں ہیں جہاں پتھر

وفائیں ہیں جہاں رسوا

ہنرز نجیر ہیں سارے

مرے مولا مٹا دے ظلم کے نقشے

مرے مولا



مسکراہٹ مانگ کا سیندھ
 مسکراہٹ ایک منظر دل مسکراہٹ
 مسکراہٹ ایک نغمہ پیار کا
 مسکراہٹ روح کی ہے تازگی
 مسکراہٹ اعتبار زندگی
 مسکراہٹ ساز دل کا تار ہے
 مسکراہٹ پیار کا اظہار ہے
 مسکراہٹ اک سخی کا ہاتھ ہے
 مسکراہٹ ایک میٹھی بات ہے
 مسکراہٹ دو دلوں کا رابطہ
 مسکراہٹ خوشبوؤں کا قافلہ
 مسکراہٹ زندگی کا رقص ہے
 مسکراہٹ ہی خوشی کا عکس ہے
 مسکراہٹ اک دھنک ہے پر وقار
 مسکراہٹ پیار کی اک آبشار
 مسکراہٹ چاہتوں کا ساہا
 مسکراہٹ اک دعائے مہرباں
 مسکراہٹ دل نشیں تصویر ہے
 مسکراہٹ زنجیر ہے
 مسکراہٹ پیار کا اعجاز ہے
 مسکراہٹ خانہ کا ساز ہے
 مسکراہٹ ایک سنگ میل ہے
 مسکراہٹ کس تکمیل ہے